برنارڈ شا
ARMS AND THE MAN
محبت اور جنگ
خورشید نکہت

محبّت اور جنگ

(تین ایکٹ کا ایک غیر رومانوی طربیہ)

مصنف
جارج برنارڈ شا

مترجم
مس خورشید نکہت

باہتمام : حامد حسن حامد

ناشر : مکتبہ کائنات لاہور

طابع : نامی پریس ، لاہور

آرٹسٹ : اسے حکیم

کاتب : بشیر احمد

پہلا ایڈیشن : جنوری ۱۹۶۶ء

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : دو روپے پچاس پیسے

پاکستان بھر کے لئے سول ایجنٹس

حامد برادرس سوہا بازار لاہور

صہیب احمد کے نام ــــــــــ

جسے اپنے شفیق باپ کا پیار نہ مل سکا

غلام احمد خواجہ* کے نام ــــــــــ

جسے ظالم موت نے اپنے نورِ نظر صہیب احمد کو ایک نظر دیکھ لینے کی بھی مہلت نہ دی

* عزیزم خواجہ غلام احمد، بکنگ کلرک راہور ریلوے سٹیشن

محبت اور جنگ

۱۸۹۸ء میں برنارڈ شا کے ڈراموں کی دو جلدیں شائع ہوئیں۔ "خوشگوار ڈرامے"۔ "محبت اور جنگ" اس کی پہلی جلد "خوشگوار ڈرامے" سے ہے۔ جو اپنی گوناگوں دلچسپی کے علاوہ شا کے جنگ سے متعلق مخصوص نظریات سے پُر ہے۔ شا کے ڈراموں میں سنجیدگی اور مزاح آج بھی وہی تازگی رکھتے ہیں جو وہ اشاعت کے وقت رکھتے تھے۔

اگرچہ "محبت اور جنگ" کے بلغاریائی پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اس میں بیان کئے ہوئے فطری مناظر بلغاریائی ماحول سے بھی زیادہ حسین اور پرکشش ہیں۔ انہی دنوں انتھنی ہوپ نے ایک رومانی کہانی لکھی تھی جس میں خوبصورت مناظر اور ظاہری بناؤ سنگھار اور چمک دمک کا بہت زیادہ ذکر کیا گیا تھا اور یہ ناول روریٹانیہ نامی ایک ریاست سے متعلق تھا۔ چنانچہ اس سے متاثر ہو کر کئی ناول اور ڈرامے لکھے گئے "محبت اور جنگ" کو بھی انہی ناولوں کے سلسلے کی ایک کڑی سمجھا جاتا ہے۔

'محبت اور جنگ' میں بلغاریائی سیٹ اور پس منظر جس سے عام تماشائی ناواقف تھے۔ لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچنے کا باعث بنے۔

اس ڈرامے کے دو موضوع ہیں۔ جنگ اور محبت و شادی۔ 'شا' کا کہنا تھا کہ جنگ بڑی احمقانہ حرکت ہے۔ جب کہ شادی ایک اچھا اور پسندیدہ عمل ہے۔ لیکن دونوں موضوع آپس میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں بھیانک جنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور ناکام شادیوں سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔

'شا' کا خیال تھا کہ جنگ کا رومانی تصور اس نظریہ پر مبنی ہے کہ لوگ اس لئے جنگ کرتے اور لڑتے ہیں کیونکہ وہ دلیر ہوتے ہیں۔ اور جو سپاہی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ وہ سب سے بڑا مرد میدان سمجھا جاتا ہے۔ 'محبت اور جنگ' میں رینا چاہتی ہے کہ وہ میجر سر جیئس سارانوف کی بیوی بن جائے۔ جو سر پھ والوں سے برسر پیکار رہے۔ یہ خبر رینا اور اس کی ماں کو ملتی ہے۔ کہ سر جیئس نے بڑی دلیری سے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے ہیں تو رینا یہ سوچ کر اچھل پڑتی ہے۔ کہ اس کا منگیتر ایک دلیر، جانباز اور شجاع شخص ہے۔ اور یہ دنیا ایسے ہی لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ پھر وہ فرطِ انبساط سے اس کی تصویر تک جاتی ہے۔ اور اس سے لپٹ جاتی ہے۔ مگر اس کا یہ نظریہ بہت جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔

دشمنوں کا ایک افسر اتفاق سے اس کے کمرے میں جان چھپانے کے لئے گھس آتا ہے۔ وہ تھکاوٹ اور خوف سے بدحال ہے۔ رینا اس کی ہنسی اڑاتی ہے۔ لیکن جب اس کا تعاقب کرنے والے سپاہی اس کے کمرے کی تلاشی کے

لئے آتے ہیں۔ تو رینا اُسے ایک جگہ چھپا کر صاف انکار کرتی ہے، کہ اُس نے اُس بھگوڑے کو کہیں نہیں دیکھا۔ مگر جب تعاقب ختم ہو جاتا ہے۔ تب اُسے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ ایک سوئس ہے اور سربیہ والوں کے لئے لڑ رہا ہے۔ وہ اُس کی مضحکہ خیز حرکتوں سے حقارت کا اظہار کرتی ہے۔ پھر وہ اُس ملٹری رائڈی افسر (جسے رینا سرجیئس سمجھتی ہے) کا ذکر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جنگ میں جو کچھ اُس نے کیا، وہ کوئی دیوانہ ہی کر سکتا تھا۔ اور اُس کے لئے کورٹ مارشل کر دینا چاہئے تھا۔ وہ تو سربیہ والوں کے پاس اسلحہ نہ تھا۔ ورنہ اُن کا کبھی تعاقب نہ کیا جاتا۔ اتنا کہہ کر وہ آدمی تھکاوٹ کی وجہ سے سو جاتا ہے۔ اور رینا اُس کی تکالیف کے احساس سے پسیج جاتی ہے۔ اب تک وہ جنگ کو ایک قسم کا دلچسپ کھیل سمجھتی رہی تھی۔ لیکن اس بیان نے اُس کی آنکھیں کھول دیں۔ اور اُسے معلوم ہوا۔ کہ جنگ دلچسپ مشغلہ نہیں بلکہ ایک خوفناک حقیقت ہے۔

۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء کی جنگ سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ جسمانی طاقت وہمت جنگ کے لئے اتنی ضروری نہیں، جتنی چالاکی، احتیاط اور اس پیشے کا تجربہ۔ اور اسی طرح دونوں عالمی جنگوں نے یہ ثابت کر دیا، کہ میدانِ جنگ میں کھانے کے لئے چاکلیٹ کے چند ٹکڑوں کا پاس ہونا بھی اتنا ہی ضروری ہے، جتنا بندوق کی گولیوں کا۔

اس کے بعد کے مناظر میں تنا، نے یہ بتایا کہ جنگ ختم ہو چکی ہے، اور سپاہی گھروں کو واپس آ گئے ہیں۔ سرجیئس بھی جنگ کے تلخ تجربات

سے پریشان ہو گیا ہے۔ اور اُس نے بھی اپنا استعفیٰ بھجوا دیا ہے۔ لیکن رینا کپتان بلنٹ شلی کے آنے تک اُسے ایک ہیرو ہی تصور کرتی ہے پھر بلنٹ شلی رینا کے مکان پر آتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے رات کو رینا کے کمرے میں پناہ لی تھی۔ پھر شا اپنے ایک مخصوص اور دلچسپ ڈھنگ میں ایک منظر پیش کرتا ہے۔ جس میں بلنٹ شلی رینا پر یہ بات ثابت کر دیتا ہے کہ بچپن سے وہ جس رومانی نظریہ کا شکار تھی، اُس کی حقیقت کیا ہے۔

رینا، بلنٹ شلی کی طرف مائل ہوتی جاتی ہے۔ اور اُس کی ہر بات میں دلچسپی لینے لگتی ہے۔ مہ جینس بھی اپنی فطرت سے ناواقف نہیں ہے لوتا ہے عشق بازی کے بعد رینا پر اپنی محبت جتلاتے ہوئے وہ خود کہتا ہے۔ کہ میں یہ سب کچھ کیسے کر گذرا۔ اگر سلونٹزا کا ہیرو مسٹر جینٹس مجھے ایسی حالت میں دیکھ لیتا۔ تو کیا کہتا؟ جو مقدس کا ڈھول پیٹتا ہے۔ اور اس طرح سے وہ "مقدس اور ارفع محبت" کے ڈھونگ میں انسانی کمزوریوں کا پردہ چاک کرتا ہے۔

جب رینا بلنٹ شلی، جسے وہ چاکلیٹ کریم سپاہی کہتی ہے، کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ تب اُسے احساس ہوتا ہے، کہ اُس کے پچھلے نظریے کتنے فرسودہ تھے۔ جنگ کے متعلق بھی اُس کے خیالات بدل جاتے ہیں۔

محبت کی صداقت اور شادی، عرصے تک شا کے ڈراموں کا موضوع بنے رہے۔ شا کا نظریہ شادی کے متعلق محض مرد و عورت کی نفسانی خواہشات

کی تکمیل یا گھریلو رشتے ناطوں کو مضبوط کرنا نہ تھا، بلکہ ایک اعلیٰ عمدہ نسل کی پیدائش تھا۔ ریتنا، سر جیمس اور بلنٹ شلی کے مزاحیہ تعلقات کے پیچھے شا کے اپنے بچپن کے اُس گھرانے کی جھلکیاں ملتی ہیں، جس میں اُس کے والدین کی ناکام شادی کے اثرات پھیلے ہوئے تھے۔

پھر شا نے جگہ جگہ اس ڈرامے میں انگریزی سوسائٹی کا نقشہ بھی پیش کیا ہے۔ اور اُن کے ٹھاٹ باٹ کا مذاق بھی اڑایا ہے۔ شا تو مساوات کا قائل تھا ہی، وہ نوکروں اور باندیوں کو کسی سے کمتر مخلوق نہیں سمجھتا تھا۔ اور اس بات کا اس نے اس ڈرامے میں بھی اظہار کیا ہے۔

ایم۔ الیف پرویز ایم۔ اے

جارج برنارڈ شا

انگریزی ادب میں بحیثیت ڈرامہ نویس، برنارڈ شا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ وہ آئرلینڈ کا باشندہ تھا۔ اُس کی پیدائش چھبیس[٢٦] جولائی ١٨٥٦ء میں ڈبلن میں ہوئی۔ اُس کے والد کار شا کچھ دن کورٹ میں سرکاری عہدے پر رہنے کے بعد غلے کی تجارت کرنے لگے تھے۔ ایک آئرش زمیندار کی لڑکی سے انہوں نے شادی کی جس کے بطن سے تین بچے پیدا ہوئے۔ جارج برنارڈ شا اور اُس کی دو بہنیں۔ لیکن کار شا چونکہ شرابی تھا۔ اس لئے اپنے بچوں کا پیٹ بھی نہیں پال سکتا تھا۔

برنارڈ شا کی والدہ کی آواز بڑی سُریلی تھی۔ جس کا اثر برنارڈ شا پر بھی ہوا۔ وہ اپنے باپ کی عادتوں سے خوب واقف تھا۔ جو اُس کے خاندان کی کفالت کے ناقابل تھا۔ اُس کی ماں بھی بچوں پر توجہ دینے کی بجائے گیت سنگیت پر زیادہ توجہ دیتی تھی۔ ان باتوں نے برنارڈ شا کے سوچ بچار میں ایک قسم کی آزادی پیدا کی۔ اور وہ عام رسم و رواج سے ہٹ کر ہر چیز کو اپنے

نظریے سے دیکھنے لگا۔

پندرہ سال کے بعد برنارڈ شا ۱۸۷۶ء میں بطور کلرک اور پھر خزانچی ملازم رہا۔ آہستہ آہستہ شا نے صحافت کا پیشہ اختیار کیا۔ اور لندن کے ایک اخبار "سٹار" میں موسیقی کے نقاد کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ اس کے بعد اُس نے سیٹرڈے ریویو میں ڈراموں پر تنقید لکھنا شروع کی۔

شا کے دل و دماغ پر ترنم اور موسیقی کا ایک حسین امتزاج سا چھایا ہوا تھا جس کا اثر اُس کے مکالموں میں بھی جھلکتا ہے

اُس نے اپنے ڈرامے محض تفریح طبع کی غرض سے نہیں لکھے، بلکہ انہیں اپنے خیالات کے اظہار اور سماجی اصلاح کا ذریعہ بنانا چاہا۔ اُس نے سماج کی دُکھتی رگوں پر خوب نشتر زنی کی ہے اور طنز کے تیر و نشتر سے اصلاح کا کام لیا ہے۔ سماجی نامساوات سے اُس کے حساس دل پر ایک چوٹ سی پڑی تھی اُس نے سماج کے مختلف مسئلوں مثلاً تنگی، مذہبی تعصب، نامساوات، انتقام شادی، "محبت اور جنگ" وغیرہ پر اپنا قلم اٹھایا۔

برنارڈ شا اپنے ابتدائی دنوں میں بحیثیت ایک سوشلسٹ کے یہ سوچا کرتا تھا۔ کہ اگر سماج کو درست کرنا ہے، تو اس کا واحد ذریعہ قانون ہے تاکہ غریبی اور امیری کے فرق کو دور کیا جا سکے۔ لیکن جب وہ عمر رسیدہ ہونے پر اسے معلوم ہوا، کہ پارلیمنٹ کے قوانین سے سماج کی اصلاح اور فلاح کی توقع رکھنا زیادہ صحیح نہیں۔ اُس کا خیال تھا، کہ اچھے سماج کی تعمیر کے لئے اچھے قانون ہی کی نہیں، بلکہ اچھے لوگوں کی ضرورت ہے۔ اچھے لوگ ہی یقیناً اچھے

قانون بنا سکتے ہیں۔

شا نے بچپن ہی سے اپنے مسیحی مذہب کی پیروی ترک کر دی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ جس طرح کی مسیحیت کا چرچوں میں پرچار کیا جاتا ہے، اُس عیسیٰ کی تعلیمات سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اگرچہ وُہ خود کو مسیحی نہیں کہتا تھا۔ لیکن اُس کے اعتقادات اور اُس کا اخلاق بڑی حد تک مذہب سے اثر پذیر تھے۔ اُسے انسانی اور حیوانی زندگی کے تقدس پر پختہ یقین تھا۔ وہ گوشت نہیں کھاتا تھا، شراب نہیں پیتا تھا۔ اور نہ تمباکو کا استعمال کرتا تھا۔ اپنے دوستوں سے اس کا برتاؤ بڑا اچھا تھا۔ لیکن وہ خیرات کا اس لیے مخالف تھا کہ سماجی مساوات کی یہ غلط رسم تھی۔

۱۸۹۸ء تک سیاست اور صحافت نے برنارڈ شا کو اُلجھائے رکھا۔ ۱۸۷۹ء اور ۱۸۸۳ء کے درمیان اُس نے پانچ ناول لکھے۔ جو سخت ناکام ہوئے۔ ۱۸۸۵ء میں اُس نے ایک ڈرامہ لکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے ادھورا چھوڑ دیا۔ اور سات سال کے بعد اُسے پورا کیا۔ ۱۸۹۲ء میں لندن میں اُس کے ڈرامہ "رنڈووں کے مکانات" (وڈ وئرز ہاؤسز) کی نمائش ہوئی۔ جس میں 'شا' نے لندن کی گندی بستیوں کا نقشہ کھینچا تھا۔ جس کے بڑے بڑے زمیندار مالک تھے۔ اور جو اُس سے کرایہ وصول کر کے غریب کرایہ داروں کا خون چوستے تھے۔ سماجی اصلاح سے متعلق لندن میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا ڈرامہ تھا۔ اگرچہ یہ کامیاب نہ ہوا، پھر بھی 'شا' نے انسان کے حقیقی مسائل سے متعلق لکھنا جاری رکھا۔ وُہ کئی سالوں تک لوگوں میں نامقبول رہا۔

لیکن جدید ڈھنگ سے سوچنے والوں کا وہ رہبر بن گیا۔

جب شا نے ڈرامے لکھنا شروع کئے، تو اُس نے سوچا کہ عورت مرد کے معاملات آئے دن اسٹیج پر پیش ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی بجائے ایسے مسئلوں کا پیش کرنا ضروری ہے۔ جن کا تعلق عوام کی روزمرہ کی زندگی سے ہے۔ اس قسم کے ڈرامے نہ پی ابسن پیش کرتا تھا۔

۱۹۰۴ء کے بعد برنارڈ شا کے ڈراموں کی طرف عوام کی توجہ مبذول ہوئی۔ اور شا کا پہلا مزاحیہ ڈرامہ جون بل آدر آئی لینڈ جو آئرش سیاست سے متعلق تھا بہت مقبول ہوا۔

۱۹۰۵ء میں مین اور سپرمین (بشر اور مافوق البشر) پیش کیا گیا جس میں بتایا گیا تھا کہ انسان میں ایک ایسا جذبہ اور روح کارفرما ہے، جو اُسے اُن کاموں کے لئے اُکساتی رہتی ہے۔ جو اُسے افضل انسان (سپرمین) بنا سکتے ہیں۔

برنارڈ شا الفاظ کے معنی اور مطلب کے علاوہ آواز کے زیر وبم پر زیادہ توجہ دیتا تھا۔ وہ انگریزی زبان کے ہجوں سے نالاں تھا۔ اور نئے قسم کے حروفِ تہجی کی ترویج چاہتا تھا۔ اسی موضوع پر اس نے اپنا ڈرامہ پگمیلین لکھا تھا۔

مین اور سپرمین کے بعد برنارڈ شا دُنیا کا مشہور ڈرامہ نویس بن چکا تھا۔ شکسپیئر کے بعد جارج برنارڈ شا انگریزی ادب میں سب سے بڑا ڈرامہ نویس مانا جاتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں آپ کو ادب پر نوبل پرائز بھی ملا تھا۔

'شا' غیر ممالک کے دَورے پر شاذ ہی گیا۔ ۱۹۳۱ء میں اپنی بیوی کے اصرار پر اُس نے روس کا دَورہ کیا۔ اور ۳۳-۱۹۳۲ء میں وہ دُنیا کے بحری سفر پر روانہ ہُوا۔ وہ بمبئی بھی گیا۔ 'شا' بین الاقوامی شہرت کا مالک ہے۔ اس کی نگاہ ہر قسم کے تنگ نظریوں سے بلند تھی۔ وہ تمام اقوام عالم کو ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ کسی ایک قوم کو سیاسی اکائی نہ سمجھتے ہوئے تمام انسانیت کی بہبودی کا قائل تھا۔

سیاست سے گہری دلچسپی رکھنے کے باوجود 'شا' کو اپنے ڈراموں کی وجہ سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ اُس نے چھوٹے بڑے کوئی پچاس ڈرامے لکھے۔ جن میں 'محبت اور جنگ' کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اپنے ڈراموں میں اُس نے جتنے بھی دیباچے لکھے ہیں وہ انگریزی نثر نگاری کا اعلیٰ نمونہ سمجھے جاتے ہیں۔ اُسے اپنے تمام ڈراموں میں 'بیک ٹو میتھوسلاح' بہت پسند تھا۔ جو پانچ حصّوں میں طویل ڈرامہ ہے۔

پچانوے سال کی عمر میں ۱۹۵۰ء میں 'شا' کا انتقال ہُوا۔

ایم' ایف پرویز ایم' اے
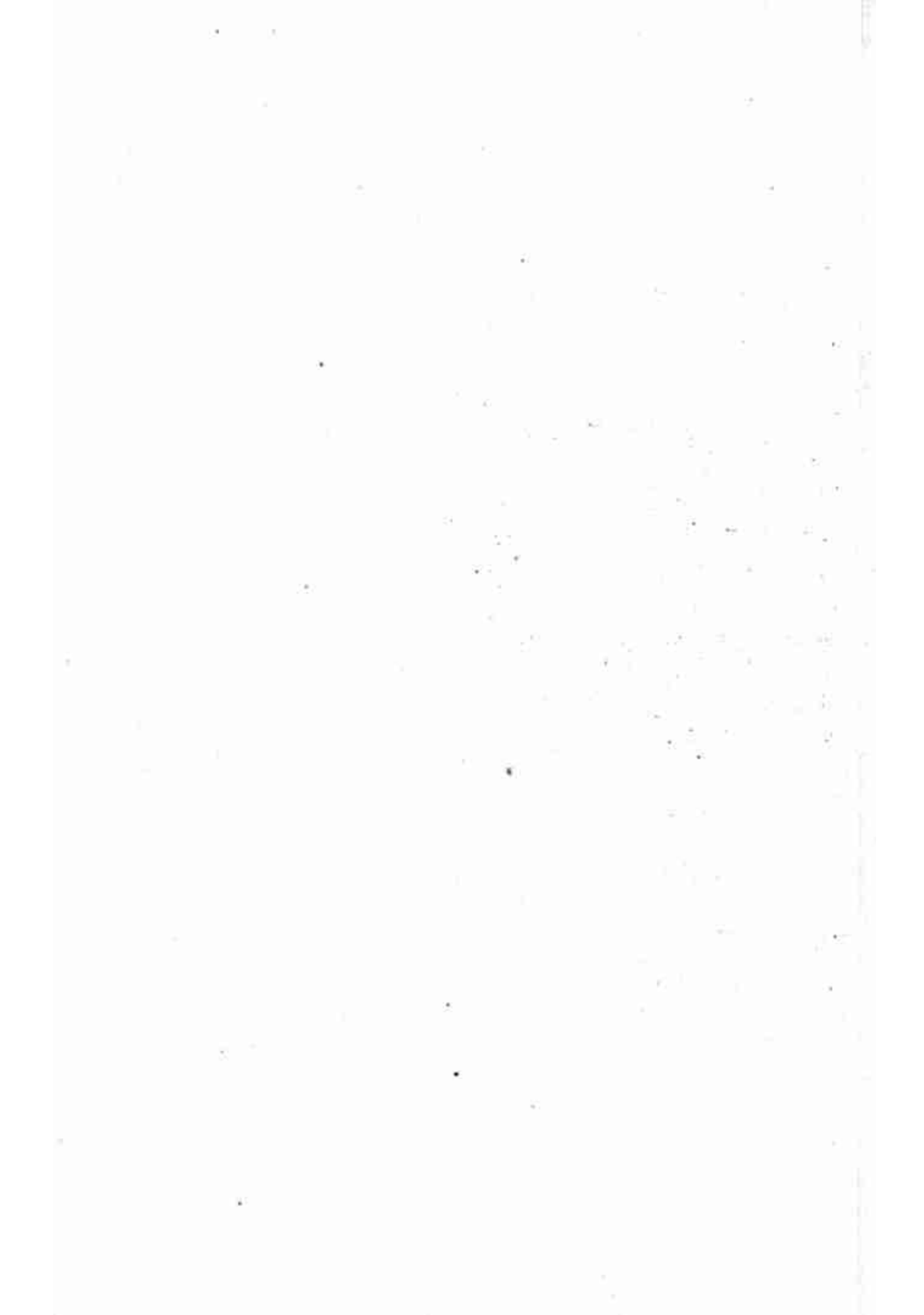
ایکٹ پہلا

رات کا وقت: سن ۱۸۸۵ء، اواخر نومبر۔ بلغاریہ میں، درۂ ڈرگومین کے قریب ایک چھوٹے سے قصبہ میں ایک خاتون شب خوابی کا کمرہ — برف سے ڈھکی ہوئی حیرت انگیز حد تک سفید اور خوبصورت کوہ بلقان کی ایک چوٹی، چھوٹی سی بالکنی والی ایک کھڑکی سے بالکل قریب معلوم ہو رہی ہے۔ حالانکہ وہ وہاں سے میلوں دور ہے۔ کمرے کے اندرونی حصے میں مغربی یورپ والی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ آدھا ٹھاٹ دار بلغاروی ہے، آدھا معمولی دیانائی۔ پلنگ کے سرہانے جو کمرے کے بائیں بازو کی نکڑ کو روکے ہوئے ایک چھوٹی دیوار کے قریب بچھا ہوا ہے۔ ہاتھی دانت سے بنے ہوئے مسیح کے مجسمے والا لکڑی کا نیلا اور سنہری ایک رنگین صندوق ہے جس کے سامنے دھات کے ایک سوراخ دار گولے میں جو تین زنجیروں کے ذریعے لٹک رہا ہے۔ ایک قندیل آویزاں ہے۔ کمرے کے دوسری طرف اور کھڑکی کے بالمقابل رکھی ہوئی ایک گدے دار ترکی کرسی ایک خاص نشست

ہے۔ کمرے میں پلنگ پوش مسہری اور کھڑکی کے پردے۔ غالیچہ اور دیگر تمام زیبائشی پارچات، سج دھج والے اور مشرقی انداز کے ہیں۔ اور دیواروں پر چسپاں کاغذ، گھٹیا اور مغربی طرز کے ——— دیوار کے آگے، ترکی کرسی اور کھڑکی کے بالکل قریب، ایک طرف کو منہ ہاتھ دھونے کی ایک تپائی پڑی ہے۔ جس پر لوہے کی ایک نقشین چلمچی ہے۔ جس کے نیچے دھات کے منقش فریم میں ایک پیالہ رکھا ہوا ہے۔ پاس ہی کٹہرے پر ایک عدد تولیہ پڑا ہوا ہے۔ پلنگ اور کھڑکی کے درمیان، عام چیل کی لکڑی کی ایک کی ایک سنگار میز، جس کا آئینہ کافی قیمتی ہے۔ ایک بوقلموں کپڑے سے ڈھکی ہوئی ہے۔ دروازہ پلنگ والی سمت کے بالکل قریب ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک دراز وں والی پیٹی ہے۔ یہ پیٹی بھی رنگ برنگ کے مقامی کپڑے سے ڈھکی ہوئی ہے۔ جس پر معمولی جلد والے ڈھیر سارے ناول پڑے ہیں۔ چاکلیٹ کریم کا ڈبہ ہے۔ اور ایک انتہائی شکیل افسر کی قد آور فوٹو جس کی شانِ جمال اور مقناطیسی اثر رکھنے والی نگاہ، اُس کی تصویر میں سے بھی محسوس ہوتی ہے۔ کمرہ، ایک موم بتی سے روشن ہے۔ جس کے قریب ہی دیاسلائی کی ایک ڈبیہ رکھی ہوئی ہے۔ کھڑکی جو دروازہ کی طرح چوبی دار ہے، بالکل کھلی ہوئی ہے باہر، لکڑی کی جھلملیاں بھی جو باہر کی طرف کھلتی ہیں، بالکل کھلی ہوئی ہیں۔ بالکونی پر ایک نوجوان حسینہ، شب کی سحر کاریوں میں محو کھڑی، یوں کوہ بلقان کی برفیلی چوٹیوں کا نظارہ کر رہی ہے۔ کہ خود اُس کا حُسن و شباب اِس رومانوی رات کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ شب خوابی کے لباس میں ملبوس ہے۔

اچھی طرح سمور کا ایک لمبا اوور کوٹ اوڑھے ہوئے۔ جس کی کم سے کم قیمت اُس کے کمرے کے ساز و سامان سے تقریباً تین گنا ہوگی

اُس کی محویت، اُس کی ماں کیتھرائن پشکو ف کی آمد سے ٹوٹ جاتی ہے۔ کیتھرائن پیٹکوف چالیس سے ادھر کی عورت ہے۔ بے حد چست چالاک۔ اُس کے خوبصورت سیاہ بال اور غزالی آنکھیں دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے وہ کسی پہاڑی کسان کی قابلِ رشک بیوی ہو۔ مگر وہ ویانائی خاتون بننے کے شوق میں ہر وقت ایک فیشن ایبل ٹی گون پہنے رہتی ہے۔

کیتھرائن۔ (خوشخبری دے کر تیز قدموں سے اندر داخل ہوتی ہے) رینا!

(وہ رینا کو 'ای' پر زور دے کر "رینا" ہی کہتی ہے) رینا! (وہ اِس خیال سے کہ رینا سو رہی ہوگی، اُس کے پلنگ کی طرف جاتی ہے)

ارے کیا ہوا — کہاں چلی گئی؟ (رینا کمرے کی طرف نظر ڈالتی ہے)

میرے اللہ، بچی! تم سونے کی بجائے یہاں باہر ہوا میں کھڑی ہو؟ تم کو کہیں کچھ ہو نہ جائے ... لوقا نے تو مجھے بتایا تھا کہ تم سوگئی ہو

رینا۔ (محویت کے عالم میں) میں نے تو اُسے رخصت کر دیا تھا۔ کیونکہ میں تنہائی چاہتی تھی۔

یہ ستارے کتنے پیارے لگ رہے ہیں! — کیوں کیا بات تھی؟

کیتھرائن۔ ایک معرکے کی خبر ہے۔

رینا۔ (اُس کی آنکھیں پھیل جاتی ہیں) آہا! (وہ لپک کر کیتھرائن کے پاس آ جاتی ہے)

کیتھرائن: نہ سلونٹزا کے قریب ایک زبردست رن پڑا ـــــ اور جانتی ہو، معرکہ کس نے سر کیا ؛ سرجیئس نے!

رینا: (خوشی سے چیخ کر) واہ! (وہ جوش مسرت سے بغلگیر ہو جاتی ہیں) ـــــ (پھر ایک دم مضطرب ہو کر) ہائے امی! ابا تو خیریت سے ہیں!

کیتھرائن: بے شک، انہوں نے ہی تو مجھے یہ خبر بھیجی ہے۔ اس وقت سرجیئس ہیرو بنا ہوا ہے۔ پوری پلٹن کا منظورِ نظر۔ رینا

رینا: بتائیے ـــــ مجھے بتائیے ـــــ یہ کیسے ہوا ـــــ (خوشی سے پھولی نہ سما کر) ہا! ـــــ امی! امی! میری امی! (وہ اپنی ماں کو ترکی کرسی پر کھینچ لیتی ہے۔ اور پھر دیوانہ وار ایک دوسری سے پیار کرنے لگتی ہیں)

کیتھرائن: (جوش اور سرگرمی سے) تم اندازہ نہیں لگا سکتیں۔ کہ کتنا عظیم الشان کارنامہ ہوا ہے۔ بالکل ایک مجاہدانہ وار! ذرا سوچو تو! اس نے ہمارے روسی کمانڈروں کو للکارا! حکم کی پرواہ کئے بغیر بڑھتا رہا۔ اپنی ذمہ داری پہ دھاوا بول دیا! رسالے کی سرکردگی میں بندوقوں نے نشانے سے گذرنے والا پہلا شخص وہی تھا۔ کیا تم سوچ بھی سکتی ہو رینا! اپنی چمکتی ہوئی آنکھوں اور تلواروں سے ہمارے بہادر بلغاری نوجوان کس طرح برف کے تودے کی طرح کمینے سرب اور ان کے بانکے چھبیلے آسٹرین افسروں پر ٹوٹ پڑے اور ان کو بھوسے کی طرح اڑا کر رکھ دیا۔ اور تم! تم تو سرجیئس کو سگائی کے لئے بھی سال بھر سے انتظار کروا رہی ہو۔ آہ! اگر تمہاری رگوں میں بلغاری خون کا

ایک خطرہ بھی ہے، تو جب وہ واپس آئے گا. تم اُس کی پرستش کروگی.

رینا: جوانمردوں کی ایک پوری فوج کی پرجوش حمایت کے مقابلے میں وُہ میری ناچیز سی پرستش کو کیوں خاطر میں لائے گا، لیکن کوئی بات نہیں. میں اتنی خوش ہوں! اتنی خوش! اتنی مغرور! (وُہ اُٹھتی ہے اور جوش مسرت سے ٹہلنے لگتی ہے) اس سے ثابت ہوتا ہے. کہ بالآخر ہمارے تمام خیالات سچے تھے!

کیتھرائن: (طیش سے) ہمارے خیالات سچے تھے! کیا مطلب تمہارا؟

رینا: ہمارے خیالات سرجیئس کے متعلق. کہ وہ کیا کچھ کرسکتا ہے. ہماری وطن دوستی کے متعلق. ہمارے فاتحانہ تصورات کے متعلق. کبھی کبھی تو مجھے شک ہونے لگتا تھا. کہ کہیں وُہ صرف خواب ہی تو نہیں تھے. آہ لڑکیاں، کتنی بے وفا ہوتی ہیں. جب میں نے سرجیئس کی تلوار کو بکس لگایا. تو وُہ کس قدر شاندار معلوم ہو رہا تھا. کسی قسم کی ذلت یا ناکامی اور ایسی باتوں کے خلاف سوچنا بھی تو بغاوت اور بدخواہی تھی. اور اب بھی

اب بھی وہ یک بارگی بیٹھ جاتی ہے) خیر آپ مجھ سے وعدہ کیجئے. کہ آپ اُس سے کبھی کچھ نہ کہیں گی.

کیتھرائن: میں اس وقت تک کیسے وعدہ کرسکتی ہوں. جب تک میں یہ نہ جان لوں. کہ میں کس چیز کا وعدہ کر رہی ہوں.

اچھا تو پھر سنو جب وہ مجھے اپنے بازوؤں میں لئے ہوئے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہا تھا. تب مجھے خیال آیا. کہ ہمارے

یہ دلیرانہ خیالات شاید اس لئے ہیں۔ کہ ہم بائرن اور پشکن کو پڑھنے کے شائق تھے۔ اور اِس موسم میں ہم بخارسٹ میں ایک "اوپیرا" دیکھ کر انتہائی محظوظ ہوئے تھے۔ اصل زندگی تو اس جیسی شاذونادر ہی ہوتی ہے! بلکہ بالکل نہیں ہوتی! کم از کم اس وقت میں یہ ہی جانتی تھی (پشیمان ہو کر ذرا سوچتے امی: مجھے اس پر شک تھا۔ میں پریشان تھی۔ کہ جب سچ مچ ان پڑے گا۔ تو یہ سپاہیانہ قابلیت اور سپہ گری کہیں محض قیاس آرائی ہی ثابت نہ ہو۔ مجھے ایک نامعلوم سا خوف تھا۔ کہ زار کے دربار کے سامنے اسے خفیف ہی نہ ہونا پڑے۔

کیتھرائن: اسے خفیف ہونا پڑے! تمہیں شرم آنی چاہئے! سربیوں کے ساتھ آسٹرین سردار ہیں جو روسیوں ہی کی طرح چابکدست ہیں۔ لیکن اُن سب کو ہم نے ہر معرکہ میں شکست دی ہے۔

رینا: (ہنستے ہوئے اپنی ماں سے چمٹتے ہوئے) ہاں، میں بھی کتنی سادہ لوح ہوں آہ۔ یہ سوچ کر یہ سب کچھ صحیح ہے! یعنی سرجیئس بالکل اتنا ہی شاندار اور شریف آدمی ہے۔ جیسا وہ دکھائی دیتا تھا۔ یہ دنیا، واقعی! اُن عورتوں کے لئے بڑی شاندار ہے۔ جو اس کی شان دیکھ سکتی ہیں۔ اور ان مردوں کے لئے جو اس کے ہنگاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ کتنی مسرت آگیں خیالوں کی کس قدر نا قابلِ بیان تکمیل!

(لوتا اندر داخل ہو کر ان کی گفتگو میں مخل ہوتی ہے۔ وہ ایک حسین مغرور لڑکی ہے۔ جو بلغاریہ کے خوشنما دہقانی لباس میں ملبوس ہے۔ اس نے دوہرا پیش بند باندھ رکھا ہے۔ وہ بڑی سرکش اور گستاخ ہے۔ جو خدمت وہ

رینا کی کرتی ہے۔ وہ بھی بدتمیزی کے ساتھ۔ وہ کیتھرائن سے ڈرتی ہے۔
لیکن اس کے سر چڑھنے سے بھی نہیں چوکتی)

لوقا: میری مالکن۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو تمام کھڑکیاں بند کر کے اُن کی چٹخنیاں مضبوطی سے چڑھا دی جائیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ سڑکوں پر قتل و خون ہونے والا ہے۔ (رینا اور کیتھرائن چونک کر ایک ساتھ کھڑی ہوتی ہیں) سربیوں کو درے میں سے بھگایا جا رہا ہے۔ خیال ہے کہ شاید وہ شہر میں چھپنے کی کوشش کریں۔ ہمارے سواروں کا رسالہ ان کا تعاقب کر رہا ہوگا۔ اور یہاں ہمارے لوگ بھی اُن کے مقابلے کے لئے تیار ہیں۔ یقین جانئے! کہ سرب ہار کر بھاگ رہے ہیں (وہ باہر بالکنی میں جاتی ہے اور چٹخنیوں کو گرا دیتی ہے۔ اور پھر کمرے میں لوٹ آتی ہے)

کیتھرائن: (گھریلو انداز میں اُس کے خانہ داری کے تمام جذبات اُبھر آتے ہیں)۔
میں ذرا نیچے جا کر دیکھ لوں۔ کہ ہر چیز ٹھکانے سے تو ہے۔

رینا: کاش! ہمارے لوگ اتنے ظالم نہ ہوتے۔ اُن مصیبت زدہ بھگوڑے لوگوں کو قتل کرنے میں کون سی شان ہے؟

کیتھرائن: یہ ظلم ہے! تم کیا سمجھتی ہو۔ کہ وہ تم کو مار دینے میں کچھ دریغ کریں گے؟

رینا: (لوقا سے) چٹخنیاں رہنے دو۔ اگر میں کسی قسم کا شور سنوں گی تو انہیں فوراً بند کر دوں گی۔

کیتھرائن: (تحکمانہ انداز میں دروازے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے) اوہ

——— نہیں نہیں، عزیزِ من! تم انہیں بند ہی رکھو۔ تم سو جاؤ گی اور انہیں کُھلا ہی چھوڑ دو گی۔ لوقا۔ انہیں بند کر دو۔

لوقا: جی ہاں مالکن!۔ (وہ انہیں بند کر دیتی ہے۔)

رینا: میرے لیے اتنی بے آرام نہ ہوں۔ جیسے ہی میں گولی چلنے کی آواز سنوں گی۔ بتیاں گُل کر کے اپنے بستر میں اپنے کانوں کو اچھی طرح لپیٹ کر لیٹ جاؤں گی۔

کیتھرائن: ہاں! میری جان، بالکل یہی کرنا! اچھا شب بخیر ———!!

رینا: شب بخیر۔ (ایک لمحے کے لیے وہ جذبات سے مغلوب ہو جاتی ہے) میرے لیے دُعا کیجیے۔ (وہ ایک دوسرے کو چوم لیتی ہیں) آج کی رات میرے لئے سب سے زیادہ خوشی کی رات ہے ——— خدا کرے بس کوئی بھگوڑے نہ آئیں۔

کیتھرائن: سو بھی جاؤ جانم! اور اُن کے بارے میں مت سوچو (وہ باہر چلی جاتی ہے)

لوقا: (رینا سے رازدارانہ طور پر) اگر آپ جھلملیاں کھولنا چاہیں۔ تو اِس طرح سے انہیں دھکا دے دیجئے۔ (وہ انہیں دھکا دیتی ہے۔ جس سے جھلملیاں کُھل جاتی ہیں۔ لیکن وہ ان کو دوبارہ بند کر دیتی ہے۔) اُن میں سے کسی ایک کی بھی تو نیچے سے چٹخنی چڑھا دینا چاہیئے۔ لیکن چٹخنی تو غائب ہے۔

رینا: (اُسے جھڑکتے ہوئے) شکریہ لوقا۔ لیکن ہم کو وہی کرنا چاہئے۔ جو ہمیں۔

کہا گیا ہے ذہنہ بنائی ہے ا شب بخیر !—

لوفا: (بے پروائی سے) شب بخیر (وہ ناز و غمزہ سے اٹھلاتی ہوئی باہر چلی جاتی ہے۔ رینا اکیلی رہ جاتی ہے۔ اور سمور کا فرغل اٹھا کر ترکی کرسی پر پھینک دیتی ہے۔ پھر وہ میز کی درازوں کے قریب جاتی ہے۔ اور کچھ ایسے احساسات کے ساتھ قد آدم تصویر کی پرستش کرنے لگتی ہے۔ جو ناقابل بیان ہیں۔ وہ نہ تو اس تصویر کو بوسہ دیتی ہے۔ نہ اپنے سینے سے لگاتی ہے نہ کسی جسمانی محبت کا اظہار کرتی ہے۔ بلکہ وہ اُسے اپنے ہاتھوں میں لے کر پجارن کی طرح اُوپر اُٹھاتی ہے۔

رینا: (تصویر کی طرف دیکھتے ہوئے) اے میری روح کے جیالے اب میں کبھی تم سے جدا ہونے کا خیال تک نہ کروں گی۔ کبھی نہیں —— کبھی نہیں —— کبھی نہیں —— (وہ تصویر کو احترام کے ساتھ اسی جگہ پر رکھ دیتی ہے۔ پھر وہ کتابوں کے چھوٹے سے ڈھیر میں سے ایک ناول اُٹھا لیتی ہے۔ عالم محویت میں ورق گردانی کرتی ہے۔ کتاب کو کھولتی ہے۔ پھر بند کر دیتی ہے۔ اور ایک مسرت بھری چیخ کے ساتھ اپنے پلنگ پر دراز ہو جاتی ہے اور پڑھنے کے بہانے سونے کی تیاری کرنے لگتی ہے۔ لیکن ناول پڑھنے سے پہلے اس مسرت خیز حقیقت کا خیال کر کے ایک بار پھر وہ اپنی نگاہیں اُوپر اٹھاتی ہے۔ اور بڑبڑاتی ہے) میرے جوانمرد! میرے جانباز!

ڈور کہیں گولی چلنے کی آواز، رات کے سکوت کو توڑ دیتی ہے۔ وہ

غور سے سنتی ہے۔ دو گولیاں اور چلتی ہیں۔ بالکل قریب۔ یکے بعد دیگرے
بدحواس ہو کر وہ بستر سے گھٹنوں کے بل اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ اور تیزی
سے میز کی درازوں کی سطح پر رکھی ہوئی بتیاں بجھا دیتی ہے۔ پھر اپنے
کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر سنگار میز کی طرف بھاگتی ہے۔ اور دوبارہ روشنی
بھی گل کر کے اندھیرے میں پلنگ کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے۔ کچھ بھی
نظر نہ آتا تھا۔ سوائے ایک دھندلی سی روشنی کے، جو چھت کے سامنے
چھدے ہوئے گیند میں سے نظر آرہی تھی۔ کمرے میں کچھ دکھائی نہیں دیتا
یا جھلملیوں کے اوپر درزوں سے ستاروں کی روشنی نظر آرہی ہے۔ فائرنگ
دوبارہ شروع ہو جاتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے قریب ہی گولی چل
رہی ہو۔ ابھی یہ صدائیں گونج ہی رہی تھیں۔ کہ جھلملیاں باہر سے کھل
جاتی ہیں۔ اور ایک لحظہ کے اندر برفیلی چاندنی مستطیل کی شکل میں ایک
شخص کے سایہ کے ساتھ نمودار ہوتی ہے۔ جھلملیاں فوراً بند ہو جاتی
ہیں۔ اور کمرہ پھر تاریک ہو جاتا ہے۔ لیکن اب ایک ہانپتی ہوئی آواز کمرے
کے سکوت کو توڑ دیتی ہے۔ پھر دیا سلائی جلانے کی آواز آتی ہے۔ اور
کمرے کے وسط میں دیا سلائی کی لو نظر آتی ہے۔

رینا: (بستر میں، خوشامدانہ انداز میں) کون ہے؟ (فوراً ہی دیا سلائی بجھ جاتی
ہے) کون ہے؟ کون ہو تم؟

ایک آدمی کی آواز: (اندھیرے میں، مغلوب مگر تہدید آمیز لہجے میں) شش
شش! چیخو مت —— ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا —— چپ رہو تو۔

تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ (اس کے پلنگ سے اُٹھ کر، دروازے کی طرف جانے کی آواز آتی ہے) خبردار! بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔

ریتا: لیکن تم کون؟

آواز: (دھمکی دیتے ہوئے) یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی آواز ذرا بھی بلند کی۔ تو میرا ریوالور چل جائے گا۔ (تحکمانہ انداز میں) بتی جلاؤ۔ تاکہ میں تمہیں دیکھ سکوں۔ سُنا تم نے! (خاموشی اور تاریکی کے دوسرے ہی لمحے میں وہ بیٹھ کی درازوں کی طرف پلٹتی ہے۔ پھر ایک موم بتی جلاتی ہے۔ اور یہ سمّہ ختم ہوجاتا ہے۔ ۲۵ سال کے لگ بھگ ایک آدمی ہے۔ جس کی حالت قابلِ رحم ہے۔ اُس کا جسم کیچڑ، خون اور برف سے اٹا ہوا ہے اور نیلا جُبّہ جو سربین توپ خانے کے ایک افسر کی نشان دہی کرتا ہے، اس قدر پھٹا ہوا ہے کہ محض پیٹی اور ریوالور کے خول کے فیتے کی بدولت اس کے جسم پر رُکا ہوا ہے۔ موم بتی کی مدھم روشنی میں اس کے چہرے کے بڑھے ہوئے خط اور خراب حال سے یہی اندازہ ہوتا تھا۔ کہ وہ درمیانے قد کا ایک آدمی ہے۔ جس کی شکل وصورت بھی کوئی خاص نہیں تھی، اس کی گردن اور شانے بہت مضبوط دکھائی دیتے تھے۔ اور گول مشول سر پر چھوٹے گھنگھریالے بال ہیں۔ آنکھیں تیز اور چمکدار ہیں دہان وابرو بھی ٹھیک ٹھاک ہیں۔ لیکن ناک بھدی اور بے ڈھنگی ہے۔ آدمی چست و چالاک معلوم ہوتا ہے۔ اس میں سپاہیانہ شان بھی ہے۔ وہ اپنی پریشان حالی کے باوجود چاق وچوبند اور خوش مزاج آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اور کسی موقع

کو ضائع کرنے والا آدمی معلوم نہیں ہوتا۔

ریناکی عمر، اس کی سماجی حیثیت، اس کے کردار، اور اس کی سراسیمگی کا اندازہ لگالینے کے بعد اس نے نہایت خوش اخلاقی سے کہنا شروع کیا۔

میں آپ کے آرام میں خلل ڈالنے کی معافی چاہتا ہوں۔ لیکن آپ کو میری وردی سے یہ تو پتہ چل ہی گیا ہوگا۔ کہ میں ایک سرب ہوں! اگر میں پکڑ لیا گیا۔ تو مار ڈالا جاؤں گا۔ (دھمکی کے طور پر) آپ سمجھ رہی ہیں نا؟

رینا: جی!

آدمی: بہر طور ــــ میں چاہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے۔ ان کے ہاتھوں نہ مارا جاؤں۔ (اور بھی زیادہ ہولناک لہجے میں) سمجھیں! (وہ چپکے سے مگر تیزی کے ساتھ دروازہ مقفل کر دیتا ہے)

رینا: (حقارت آمیز لہجے میں) شاید نہیں ــــ (وہ بڑی تمکنت سے آگے بڑھتی ہے۔ اور اس آدمی کے چہرے پر نگاہیں جما کر تلخی سے کہتی ہے) میں جانتی ہوں۔ کہ کچھ سپاہی مرنے سے ڈرتے ہیں۔

آدمی: (کھسیانی خوش مزاجی سے) (کچھ نہیں)، سب کے سب۔ خاتونِ محترم سب کے سب ــــ یقین مانئے۔ یہ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ زندہ رہیں۔ اب اگر تم غل مچاؤ

رینا: (اس کی بات کاٹتے ہوئے) تو تم مجھے گولی مار دو گے۔ تم کو کیسے معلوم، کہ میں مرنے سے ڈرتی ہوں!

آدمی: (عیاری سے) اوہ! فرض کرو۔ کہ میں تمہیں گولی نہیں بھی مارتا۔ جانتی ہو،

پھر کیا ہوگا؟ —— تمہارے کتنے ہی جنگی سوار، تمہارے اس خوبصورت
سے کمرے میں گھس آئیں گے۔ اور مجھے سؤر کی طرح یہیں کاٹ ڈالیں گے
کیونکہ —— میں اُن سے ایک دیو کی طرح لڑونگا۔ اور اُنکے مزے کی خاطر
بھلا میں اُنہیں کسی راستے میں بھی کیوں ملنے لگا۔ میں جانتا ہوں۔ وہ کس قماش
کے لوگ ہیں۔ کیا تم اپنے شب خوابی کے اس نیم عریاں لباس میں اس قسم کے
مجمع سے ملنا پسند کرو گی۔

رینا کو معاً اپنے شب خوابی کے لباس کا خیال آتا ہے۔ اور وہ نسوانی حیا سے
سمٹ کر اپنے جسم کو چھپانے کی کوشش کرتی ہے۔ اور نائٹ گون کو اپنی گردن
تک لپیٹ لیتی ہے۔ وہ اُسے غور سے دیکھتا رہتا ہے اور بے رحمی سے کہتا
ہے) تم اس حالت میں کسی کے سامنے نہیں جا سکتیں! (وہ ترکی کرسی
کی طرف مڑتی ہے۔ آدمی فوراً ہی پستول تان کر چلاتا ہے) ٹھہرو! (وہ ٹھہر
جاتی ہے) تم کہاں جا رہی ہو؟

رینا: (بڑے صبر و استقلال کے ساتھ) صرف اپنا فرغل لینے

آدمی: (تیزی سے ترکی کرسی کی طرف جاتا اور فرغل اس کے ہاتھ سے چھین لیتا ہے)
بہت اچھا خیال ہے۔ یہ فرغل میں اپنے پاس رکھونگا۔ اور تم یہ خیال رکھو
کہ کوئی بھی اندر نہ آنے پائے۔ اور تمہیں بے لباس دیکھ لے۔ یہ تو ریوالور
سے بھی بہتر ہتھیار ہے۔ ہے نا؟ (وہ پستول، ترکی کرسی پر پھینک دیتا ہے)

رینا: (جھلا کر) یہ کسی شریف آدمی کا ہتھیار نہیں ہو سکتا!

آدمی: لیکن یہ اُس آدمی کے لئے کافی اچھا ہے۔ جس کی موت کے درمیاں صرف

تم کھڑی ہو۔ (جب وہ ایک لمحے کے لیے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو رینا مشکل سے یہ یقین کر سکتی ہے کہ سربیائی سردار بھی اتنا تریش رو خود غرض اور بزدل ہو سکتا ہے۔ وہ سڑک پر بندوقوں کی مسلسل باڑھ سے بدحواس ہو جاتے ہیں۔ سر پر منڈلاتے والی موت کا خوف آدمی کی آواز پر طاری ہو جاتا ہے۔ جب وہ یہ کہتا ہے) تم نے سنا؟ اگر تم اُن بدمعاشوں کو یہاں آنے دو گی۔ تو تم کو انہیں اسی حالت میں ملنا ہوگا۔ جس میں کہ تم اس وقت ہو۔

شور و غوغا اور گڑبڑ۔ سڑک پر تعاقب کرنے والے دروازے کو زور زور سے پیٹنے اور چلّانے لگے۔ دروازہ کھولو! دروازہ کھولو! جاگو! جاگو گے نہیں (مکان کے اندر ہی سے ایک ملازم غصّہ سے بھڑک کر کہتا ہے) یہ میجر پیٹکوف کا مکان ہے۔ تم یہاں اندر نہیں آ سکتے۔ (لیکن شور و غوغا برابر بڑھ رہا ہے۔ لوگ دروازہ پیٹ رہے ہیں۔ آخر ایک جھنا کے کے ساتھ زنجیر کھل جاتی ہے۔ اور بھاری قدموں کے ساتھ لوگ اندر گھس آتے ہیں۔ ایک فاتحانہ شور جس میں کیتھرائن کی آواز غالب ہے۔ جو غضبناک ہو کر کسی افسر سے کہہ رہی ہے) اس کا کیا مطلب

اس کا کیا مطلب جناب؟ کیا آپ جانتے ہیں۔ کہ آپ کہاں ہیں (شور یکلخت بند ہو جاتا ہے)

لوفا، (شب خوابی کے کمرے کے دروازے پر دستک دیتی ہے) بیگم صاحبہ بیگم صاحبہ! جلدی سے اُٹھ جائیے اور دروازہ کھولئے۔ اگر آپ نے

دروازہ نہ کھولا۔ تو وُہ لوگ اُسے توڑ ڈالیں گے۔

پناہ گزیں، اس آدمی کی طرح اپنی گردن ڈال دیتا ہے۔ جو یہ دیکھتا ہے کہ اس کی موت قریب آ گئی ہے۔ اب اس کے رویے میں گھمنڈ نہیں رہا۔ جس سے وُہ رینا کو دھمکا رہا تھا۔

آدمی: (خلوص اور نرمی سے) کوئی فائدہ نہیں جانِ من! میرا تو کام ہو چکا۔ (فرغل اُس کی طرف پھینکتے ہوئے) لو جلدی سے اسے پہن لو۔ وہ لوگ آ رہے ہیں۔

رینا: شکریہ (فرغل پہن کر وُہ بڑے اطمینان کا سانس لیتی ہے)

آدمی: (دانتوں تلے) اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

رینا: (پریشانی سے) تم کیا کرو گے؟

آدمی: (دہشت زدہ ہو کر) اندر آنے والا پہلا آدمی ہی مجھے پائے گا۔ لہٰذا تم ایک طرف ہو جاؤ اور ادھر مت دیکھنا۔ اب دیر نہیں لگے گی۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں ہو گا (وہ اپنی تلوار سونت کر دروازے کی طرف مُنہ کر کے آنے والے خطرے کے انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے)

رینا: (اضطراری طور پر) مَیں تمہاری مدد کروں گی۔ مَیں تمہیں بچاؤں گی۔

آدمی: تم مجھے نہیں بچا سکو گی۔

رینا: میں بچا سکتی ہوں۔ مَیں تمہیں چھپا دوں گی (وُہ اُسے کھڑکی کی طرف گھسیٹتی ہے) یہاں پردوں کے پیچھے!

آدمی: (اُس کی ہر بات مانتے ہوئے) ہاں! اس طرح کچھ موقع تو ہے۔ بشرطیکہ

تم حاضر دماغی سے کام لو۔

رینا۔ (اُس کے سامنے پردہ کھینچتے ہوئے) ش۔ ش! (وہ ترکی کرسی کی طرف بڑھتی ہے)

آدمی: (اپنا سر باہر نکال کر) سُننا ۔۔

رینا (بھاگ کر اُس کے پاس جاتی ہے) ہاں! کہو؟

آدمی: دس میں سے نو سپاہی پیدائشی بیوقوف ہوتے ہیں

رینا: اوہ! (وہ غصّے سے پردہ اُس کے سامنے کھینچ دیتی ہے)

آدمی: (دوسری طرف سے دیکھتے ہوئے) اگر اُنہوں نے مجھے پالیا۔ تو دیکھنا میں کیسی جنگ کرتا ہوں۔ کتنی بھیانک جنگ۔

(وہ پاؤں پٹختی ہے۔ وہ جلدی سے غائب ہو جاتا ہے۔ وہ اپنا فرغل اُتار کر پلنگ کی پائنتی پر پھینک دیتی ہے۔ پھر ایک خواب آلود انداز میں دروازہ کھولتی ہے۔ جیسے اس کی نیند خراب ہو گئی ہو۔ لوتا گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوتی ہے۔

لوتا: اُن سرbیائی درندوں میں سے ایک پانی کے نل کے ذریعے آپ کی بالکنی کی طرف چڑھتا ہُوا دیکھا گیا ہے۔ ہمارے آدمی اُسے تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نشے میں بدمست ہیں اور غصّے میں دیوانے ہوئے جا رہے ہیں (وہ دروازے سے ہٹ کر جہاں تک ممکن ہو سکے کمرے کے دوسری طرف چلی جاتی ہے) بیگم صاحبہ کہتی ہیں۔ کہ آپ فوراً کپڑے پہن لیجئے۔ اور ۔۔۔ یہ ۔۔۔ (وہ ترکی کرسی پر پستول

پڑا ہوا دیکھتی ہے۔ اور حواس باختہ ہو کر رک جاتی ہے)

رینا: (جیسے وہ مداخلت سے خشمناک ہے) انہیں یہاں تلاشی نہیں لینے دی جائے گی۔ انہیں اندر کیوں آنے دیا گیا؟

کیتھرائن: (تیز قدموں سے اندر آتے ہوئے) رینا ــــ میری جان! اتم محفوظ ہونا ــــ تم نے کسی کو دیکھا۔ یا کچھ سنا تو نہیں؟

رینا: میں نے گولیوں کی آواز سنی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ سپاہی یہاں آنے کی جرأت نہیں کر سکتے؟

کیتھرائن: خدا کا شکر ہے۔ مجھے ایک روسی سردار مل گیا ہے۔ وہ سرجیئس کو جانتا ہے۔ (دروازے میں کسی سے بات کر رہی ہے۔ جو باہر کھڑا ہے) جناب۔ آپ اب تشریف لے آئیے۔ آئیے میری بچی سے ملئے۔

ایک جوان روسی افسر بلغاریہ کی وردی میں تلوار ہاتھ میں لئے اندر داخل ہوتا ہے۔

افسر: (بلی کی طرح ملائم لیکن کرخت فوجی انداز میں) آداب عرض ہے۔ معزز خاتون۔ میں مخل ہونے کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن ایک سربیائی یہاں بالکنی میں چھپا ہوا ہے۔ کیا آپ اور آپ کی والدہ محترمہ یہاں ایک طرف ہٹ جائیں گی، تاکہ ہم تلاشی لے لیں!

رینا: (بدمزاجی سے) یہ فضول بات ہے جناب، آپ دیکھ سکتے ہیں کہ بالکنی میں کوئی نہیں ہے۔

(چاندنی سے جگمگاتی ہوئی بالکنی کی طرف اس نے کواڑ پوری طرح کھول

دیئے۔ اور خود اُس پردے کی طرف پشت کئے کھڑی رہتا ہے۔ جس کے پیچھے آدمی چھپا ہوا ہے۔ کھڑکی کے بالکل نیچے گولیاں چلنے لگیں۔ اور ایک گولی ریتا کے مقابل شیشے پر آ کر لگتی ہے۔ جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے ریتا کی آنکھ جھپک جاتی ہے۔ اور وہ ہانپ کر رہ جاتی ہے۔ لیکن اپنی جگہ پر کھڑی رہتی ہے کیتھرائن چیخ پڑتی ہے۔ اور افسر چلاتا ہوا بالکنی کی طرف دوڑتا ہے — خبردار

افسر: (بالکنی پر سے نیچے سڑک کی طرف وحشیانہ انداز میں چلاتا ہے) فائرنگ بند کرو۔ ادبے وقوفو۔ سنتے ہو، فائرنگ روک دو نرڈ ووود! (وہ ایک لمحے کے لیے غضبناک نگاہوں سے نیچے دیکھتا ہے۔ پھر ریتا کی طرف پلٹ کر ملائم لہجہ میں بات کرنے کی کوشش کرتے ہوئے) ہو سکتا ہے کوئی شخص آپ کی اطلاع کے بغیر اندر داخل ہو گیا ہو۔ آپ تو غالباً سو رہی تھیں۔

ریتا: نہیں میں تو بالکل نہیں سو رہی تھی۔

افسر: (بے چینی سے دوبارہ کمرے میں آتے ہوئے) تمہارے پڑوسیوں کے دماغوں میں تو بھگوڑے سر بہ اس طرح گھسے ہوئے ہیں کہ انہیں ہر جگہ وہی دکھائی دیتے ہیں۔ (نرمی سے) محترم خاتون۔ ہزار بار معافی چاہتا ہوں۔ شب بخیر۔ (وہ فوجی انداز میں جھکتا ہے۔ جس کا ریتا سرد مہری سے جواب دیتی ہے۔ پھر کیتھرائن کو جھک کر سلام کرتا ہے۔ جو باہر تک اس کے پیچھے جاتی ہے۔

ریتا کواڑ بند کر لیتی ہے۔ اور مڑ کر لوقا کو دیکھتی ہے۔ جو بڑی معنی خیز نظروں سے اس منظر کو دیکھ رہی ہے۔

رینا: لوقا! جب تک سپاہی نہ چلے جائیں۔ تم میری ا تی کو اکیلا مت چھوڑنا سمجھیں۔

لوقا ایک نظر رینا کی طرف دیکھتی ہے، گندے وار ترہ کی کرسی کی طرف دیکھتی ہے، پردے کی طرف دیکھتی ہے، پھر رازدارانہ طور پر اپنے ہونٹوں کو دباتی ہے۔ اور بد تمیزی سے ہنستی ہوئی باہر چلی جاتی ہے۔ رینا کو اس کا ذوق کرنے والا رویہ سخت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ وہ دروازے تک اُس کے پیچھے جاتی ہے۔ اور اُس کے چلے جانے پر دروازہ زور سے بند کر کے تندی سے اسے مقفل کر دیتا ہے۔ آدمی فوراً ہی پردے کے پیچھے سے اپنی تلوار نیام میں رکھتے ہوئے باہر نکل آتا ہے۔ اور پھر بےشیہ درانہ انداز میں، اور خوف کو اپنے دماغ سے رخصت کرتے ہوئے متانت سے رینا کے سامنے آجاتا ہے۔

آدمی: بال بال بچے۔ یہ خطرہ کیا تھا، گویا ایک قیامت سی ٹل گئی۔ تاہم محترمہ نوجوان خاتون! میں تو عمر بھر کے لئے آپ کا غلام رہوں گا۔ آپ کی خاطر تو جی یہ چاہتا ہے۔ کہ کسی دوسری فوج میں شامل ہونے کی بجائے میں سربیہ کی فوج میں شامل ہو جاتا۔ میں دراصل سربیائی نہیں ہوں۔

رینا: (شیہ گھمنڈ سے) نہیں۔ تم بھی آسٹریا کے اُن لوگوں میں سے ایک ہو۔ جنہوں نے سربیہ والوں کو ہماری قومی آزادی چھیننے پر مقرر کر رکھا ہے۔ اور جو اُن کی جگہ ان کی فوج کے عہدیدار ہیں۔ ہم اُن سے نفرت کرتے ہیں۔

آدمی : آسٹرین ؟ نہیں، میں آسٹرین نہیں ہوں۔ نوجوان خاتون آپ مجھ سے نفرت نہ کیجیے۔ میں تو ایک سوئس ہوں۔ اور محض ایک پیشہ ور سپاہی کی حیثیت سے لڑ رہا ہوں۔ سوئٹزرلینڈ سے چونکہ سب سے پہلے سرب فوجیں گذریں۔ اس لئے میں ان کی فوج میں شامل ہو گیا۔ فراخ دلی سے کام لیجیے۔ آپ نے تو ہمیں شکست فاش دے دی ہے

ریٹا : کیا میں نے فراخ دلی کا ثبوت نہیں دیا ؟

آدمی : بے شک، بڑی دلیری اور شان سے دیا ہے! لیکن ابھی میری جان نہیں بچی، یہ ریلا تو ابھی نکل جائے گا، لیکن تعاقب تو رات بھر جاری رہے گا۔ جب ہی درمیان میں کسی بھی وقت موقع پا کر نکل جانا چاہیئے۔ (خوش طبعی سے) میرے یہاں ایک دو منٹ اور ٹھہرنے میں آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔

ریٹا : (بے حد خوش اخلاقی سے) نہیں۔ بالکل نہیں۔ آپ تشریف رکھیے نا ؟

آدمی : شکریہ (وہ پلنگ کی پائنتی کی طرف بیٹھ جاتا ہے)

ریٹا شائستگی کے ساتھ اٹھلاتی ہوئی ترکی کرسی کی طرف جاتی ہے۔ اور بیٹھ جاتی ہے بدقسمتی سے وہ پستول پر بیٹھ جاتی ہے۔ اور ایک چیخ مار کر اچھل پڑتی ہے۔ آدمی ڈرے ہوئے گھوڑے کی طرح بدک کر کمرے کے دوسری طرف پہنچ جاتا ہے۔

آدمی : (تنک مزاجی سے) مجھے یوں نہ ڈرائیے۔ کیا ہو گیا ؟

ریٹا : تمہارا ریوالور! یہ تمام وقت بہ اس افسر کی آنکھوں کے سامنے پڑا

رہا۔ مگر ادھر اس کی نگاہ ہی نہیں پڑتی۔

آدمی: (خواہ مخواہ خوفزدہ ہونے سے پشیمان ہو کر) بس اتنی سی بات تھی!

رینا: (ایک احساس برتری سے اُسے دیکھتے ہوئے) کیونکہ اب ہر لمحے اس آدمی کی وقعت اس کی نگاہوں میں جس نسبت سے کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے۔ وہ اسی نسبت سے زیادہ سے زیادہ راحت محسوس کرتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں ڈرا دیا۔ (وہ پستول اٹھا کر اسے دے دیتی ہے) للہ اُسے سنبھالو۔ تاکہ مجھ سے اپنا بچاؤ کر سکو۔

آدمی: (یہ طعن سن کر وہ فرسودگی سے کھیس نکال کر پستول لے لیتا ہے) مگر اس کا کیا فائدہ؟ نوجوان خاتون! یہ تو خالی ہے۔ اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ (وہ اسے دیکھ کر منہ بناتا ہے۔ اور پھر اسے رکھ لیا اور کیس میں ڈال لیتا ہے۔

رینا: اسے بڑے شوق سے بھر لیجئے۔

آدمی: میرے پاس کارتوس نہیں ہیں۔ اور پھر جنگ میں کارتوس کام بھی کس آتے ہیں۔ میں تو ہمیشہ ان کی بجائے چاکلیٹ لے جاتا ہوں اور آخری چاکلیٹ کھائے مجھے کئی گھنٹے ہو چکے ہیں۔

رینا: (مردانگی کا جو اس نے بہت خوش آئند تصور باندھ رکھا تھا۔ اس کو سخت دھچکا لگتا ہے۔) چاکلیٹ! کیا تم میدان جنگ میں بھی اپنی جیبیں سکول کے بچوں کی طرح مٹھائیوں سے بھر کر لے جاتے ہو

آدمی: (کھسیانا ہو کر) ہاں ۔۔۔ یہ ذلیل سی حرکت ہے نا؟ (بھوک سے ۔)
کاش میرے پاس ابھی کچھ اور ہوتے ۔

ریٖنا: ذرا ٹھہرو (وہ حقارت سے میز کی درازوں والی پیٹی کی طرف جاتی ہے اور کنفکشنری کا ڈبہ اٹھا لاتی ہے) مجھے افسوس ہے کہ میں سب کھا چکی ہوں ۔ یہ صرف چند باقی ہیں (وہ ڈبہ اسے پیش کرتی ہے)

آدمی: (بھوکوں کی طرح) تم سچ مچ ایک فرشتہ ہو! (وہ ڈبے میں کی چیزوں کو چٹ کر جاتا ہے) آہ! خوش ذائقہ کریم! (وہ بیتاب ہو کر دیکھتا ہے کہ شاید کچھ اور مل جائے لیکن اب وہاں کچھ نہیں تھا ۔ وہ ڈبے کو اپنی انگلیوں سے کھرچتا ہے، اور انہیں چاٹتا ہے ۔ جب یہ کھانا پینا ختم ہو جاتا ہے ۔ تو وہ چار و ناچار صبر شکر کر کے احسان مندی کے جذبے کے تحت کہتا ہے) عزیز خاتون خدا تمہیں خوش رکھے ۔ اب تو تم پستول رکھنے کی ہتھیلی اور کارتوس رکھنے کی پیٹی کو دیکھ کر ہمیشہ یہ بتا سکتی ہو کہ سپاہی کتنا پرانا ہے ۔ کیونکہ نوجوان ان میں پستول اور کارتوس رکھتے ہیں اور پرانے خوراک ۔ شکریہ ۔ (وہ ڈبہ واپس کر دیتا ہے ۔ وہ بڑی حقارت سے ڈبہ اس سے چھین کر پرے پھینک دیتی ہے ۔ وہ پھر دبک جاتا ہے ۔ جیسے وہ اسے پیٹنا چاہتی ہو) اف! محترم خاتون ۔ اس طرح اچانک ایک دم سے کچھ نہ کیا کرو ۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تھوڑی دیر پہلے جو میں نے تم کو ڈرا دیا تھا ۔ تم مجھ سے اس کا بدلہ لینا چاہتی ہو ۔

رینا: (پُروقارانہ انداز میں) مجھے ڈرا دیا! حضور آپ جانتے ہیں کہ اگرچہ
میں محض ایک عورت ہوں، لیکن میں سمجھتی ہوں کہ میں اتنی ہی دل گردے
والی ہوں۔ جتنے آپ ہیں۔

آدمی: مجھے ایسا سمجھنا ہی چاہئے۔ کیونکہ میری طرح آپ تین دن سے
گولیوں کی بوچھاڑ میں نہیں رہی ہیں۔ دو روز تو میں تکلیف کا اظہار
کئے بغیر برداشت کرتا رہا۔ لیکن تین دن تو کوئی بھی آدمی ان حالات
کا سامنا نہ کرسکتا تھا۔ میں تو یوں گھبرایا ہوا ہوں، جیسے کوئی چوہا۔
(وہ گدّے وار کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیتا
ہے) کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں، رو پڑوں؟

رینا: (گھبرا کر) نہیں۔

آدمی: اگر تم مجھے روتا ہوا دیکھنا چاہتی ہو۔ تو بس مجھے اس طرح ڈانٹو۔ جیسے
کہ میں ایک چھوٹا سا بچہ ہوں اور تم میری آیا ہو۔ اگر میں اس وقت
لشکر میں ہوتا۔ تو وہ لوگ میرے سامنے طرح طرح کا مذاق کر رہے ہوتے

رینا: (کسی قدر متاثر ہو کر) مجھے افسوس ہے۔ میں اب آپ کو نہیں ڈانٹوں گی
(اس کے لہجے میں دردمندی کی جھلک دیکھ کر اپنا سر اُوپر اُٹھاتا ہے۔
اور ممنونیت کی نظروں سے اُس کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ فوراً پیچھے ہٹ
جاتی ہے۔ اور سختی سے کہتی ہے) لیکن معاف کیجئے گا۔ ہمارے سپاہی
ایسے نہیں ہیں (وہ گدّے دار کرسی سے اُٹھ جاتی ہے)

آدمی: جی ہاں! وہ بالکل ایسے ہی ہیں! سپاہیوں کی صرف دو ہی قسمیں ہوتی

ہیں۔ پرانے سپاہی اور نوجوان سپاہی۔ میں نے فوج میں چودہ سال سے بتاتے ہیں۔ جبکہ تمہاری فوج کے آدھے سپاہیوں نے اس جنگ سے پہلے بارود کی بو تک نہیں سونگھی ہوگی۔ کیا یہ سب کچھ تم اس لئے کہہ رہی ہو۔ کہ تمہارے سپاہیوں نے ابھی ابھی ہمیں شکست دی ہے۔ یہ تو ـــــ لڑائی کے فن سے محض ناواقفیت ہے۔ اور کچھ نہیں ـ (غصہ میں) میں نے آج تک کبھی ایسی غیر پیشہ ورانہ بات نہیں دیکھی۔

رینا: (تمسخر سے) اچھا! تو تمہیں شکست دینا غیر پیشہ ورانہ بات ہے؟

آدمی: نہیں تو کیا سواروں کے ایک دستے کو مشین گنوں کے دہانے میں جھونک دینا پیشہ ورانہ ہے۔ جبکہ اس بات کا پختہ یقین ہو۔ کہ اگر کہیں وہ چلنے لگیں۔ تو پچاس گز کے رقبہ میں کوئی سوار یا گھوڑا زندہ نہیں بچ سکتا۔ لیکن جب میں نے یہ دیکھا۔ تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

رینا: (بے صبری سے اس کی طرف مڑتے ہوئے جیسے اس کی شان و شوکت اور شوق کے تمام خواب پورے ہو گئے ہوں) کیا تم نے سواروں کے اس عظیم حملے کو دیکھا تھا؟ خدارا ـــــ مجھے اس کے متعلق کچھ بتاؤ۔ بتاؤ نا! ـــــ

آدمی: کیا تم نے کبھی سواروں کو حملہ کرتے نہیں دیکھا؟

رینا: میں کیسے دیکھ سکتی تھی؟

آدمی: ہاں، شائد تم نے نہیں دیکھا ہوگا۔ نہیں! بے شک تم نے نہیں دیکھا

خیر ــــ یہ بڑا پُر لطف منظر ہوتا ہے۔ یہ بالکل اس طرح ہوتا ہے۔ جیسے کوئی مٹھی بھر مٹر فلاخن میں رکھ کر کھڑکی کے شیشے کی طرف پھینکے۔ پہلے ایک دانہ آتا ہے۔ پھر اس کے بعد دو یا تین۔ اور پھر باقی کے تمام اکٹھے آجاتے ہیں۔

رینا: (جب وہ تمکنت سے اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو اوپر اٹھاتی ہے۔ تو اس کی آنکھیں پھیل جاتی ہیں) ہاں ــــ سب سے پہلا ــــ بہادروں کا بہادر!

آدمی: (غیر شاعرانہ طور پر) ہوں! کاش! تم نے اس بیچارے عفریت کو اپنے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے دیکھا ہوتا۔

رینا: (وہ بھلا اپنے گھوڑے کی لگام کیوں کھینچ رہا تھا۔

آدمی: (ایسے احمقانہ سوال سے زچ ہو کر) وہ پیشوائی تو ضرور کر رہا تھا لیکن تمہارا کیا خیال ہے۔ کہ وہ بیچارا یہ بھی چاہتا ہوگا کہ دوسروں سے پہلے میدان میں پہنچ جائے اور ہلاک ہو جائے، پھر وہ سب آجاتے ہیں۔ تلواروں کی کاٹ اور سواروں کی بے ضابطگی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ نوجوان ہیں۔ پرانے سپاہی ایک گروہ کی شکل میں ہراول دستے کے پیچھے آتے ہیں۔ کیوں کہ ان کو پتہ ہوتا ہے۔ کہ ان کو لڑنا تو ہے نہیں۔ صرف متحرک طور پر ان کی موجودگی کافی ہوتی ہے۔ البتہ گھوڑوں کی بھاگ دوڑ میں گر پڑنے کی وجہ سے عام طور پر ان کے گھٹنوں میں چوٹ آتی ہے۔

رینا: لیکن میں نہیں مان سکتی. کہ پہلا آدمی بزدل ہوتا ہے۔ میں جانتی ہوں

کہ وُہ بہادر ہوتا ہے!

آدمی: (خوش طبعی سے) جبھی تو جو کچھ تم نے کہا ہے اگر آج تم نے حملے کے وقت

اس پہلے آدمی کو دیکھا ہوتا تو یہ نہ کہتیں۔

رینا: (دم بخود ہوکر، اُس کی ہر بات کو درگذر کرتے ہوئے) ہائے — میں اُسے

جانتی ہوں۔ مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ۔ بتاؤ نا مجھے!

آدمی: اُس نے تو بالکل ناٹک میں اُونچے سر سے گانے والے کی طرح کیا۔ وُہ

چمکتی آنکھوں۔ اور دل کش مونچھوں والا باقاعدہ بڑا خوبرو شخص تھا

وُہ جنگی نعرے لگاتا ہوا ڈان کوئک زوٹ کی طرح حملہ کر رہا تھا ہم تو

رینا: تم نے ہنسنے کی جسارت بھی کی؟

آدمی: ہاں — لیکن جب سرجنٹ خوف سے زرد ہو کر بھاگنے لگا۔ اور اُس

نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے ہمیں غلط اسلحہ بھیج دیا ہے۔ اور ہم اگلے

دس منٹوں تک ایک گولی بھی نہیں چلا سکتے۔ تو ہم منہ پھیر کر خوب ہنسے

میں اپنی پوری زندگی میں کبھی اتنا رقیق نہیں ہُوا ہوں۔ حالانکہ اس سے

قبل دو ایک بہت سخت مقام بھی آتے ہیں۔ یہاں تک کہ میرے پاس

ریوالور کے کارتوس بھی نہیں تھے۔ صرف چاکلیٹ تھے۔ ہمارے پاس

سنگینیں بھی نہیں تھیں۔ کچھ بھی تو نہیں تھا۔ بے شک وہ ہمیں کاٹ کے

ٹکڑے ٹکڑے کر سکتے تھے۔ اور دولہا ایک ڈان کوئک زوٹ تھا جو ایک

ڈھول پیٹنے والے سردار کی طرح بڑھ رہا تھا۔ یہ سوچتے ہوئے جیسے

اُس نے کوئی بڑا طرفہ کارنامہ کیا ہے۔ جو اس سے پہلے کبھی کسی سے نہ ہو سکا ہو۔ حالانکہ اس پر تو اُسے کورٹ مارشل کر دینا چاہئے تھا۔ اب تک میدانِ جنگ میں جتنے بھی سر پھرے بیوقوف آئے ہیں۔ یہ آدمی اُن میں زیادہ بیوقوف ہے اس نے اور اُس کی رجمنٹ نے خودکشی کرنا چاہی تھی، وہ تو یہ کہو، پستول کا نشانہ ہی خطا ہو گیا، بس۔

ریتا: (سخت مجروح ہو کر لیکن اپنے تصورات پر قائم رہتے ہوئے) بہت خوب! لیکن کیا تم اسے دوبارہ دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟

: بھلا میں کبھی بھول سکتا ہوں!۔

وہ دوبارہ درازوں والی پیٹی کی طرف جاتی ہے۔ وہ اُسے ایک موہوم اُمید کے ساتھ کہ شاید وہ اس کے کھانے کے لئے کوئی اور چیز لے آئے۔ لیکن وہ "سٹینڈ" سے ایک پورٹریٹ (تصویر) اس کے پاس اُٹھا لاتی ہے۔

ریتا: یہ اُس شریف آدمی کی تصویر ہے۔ اُس وطن پرست اور فاتح کی جس کی میں منگیتر ہوں۔

آدمی: (اُسے پہچان کر اسے دھچکا سا لگتا ہے) مجھے سچ مچ بڑا افسوس ہے (اُس کی طرف دیکھتے ہوئے) آپ کو مجھ سے یہ سب باتیں اس طرح نہ پوچھنی چاہئے تھیں (وہ دوبارہ پورٹریٹ کی طرف دیکھتا ہے) ہاں۔ یہی وہ ڈان کوئکزوٹ ہے۔ اس میں سر مُو کوئی فرق نہیں۔ (وہ ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتا ہے)

ریتا: (تیزی سے) تم ہنس کیوں رہے ہو؟

آدمی: (معافی مانگنے کے باوجود ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے) یقین مانئے،
میں بالکل نہیں ہنسا۔ کم از کم میرا ارادہ مذاق اڑانے کا نہیں تھا لیکن
جب کبھی خیال آتا ہے اُس کا پن چکی پر حملہ کرنا۔ اور یہ تصور کرنا کہ اُس
نے ایک بڑا کارنامہ کیا ہے ______ ! (وہ دبی دبی ہنسی کو ضبط کرتا ہے)

ریٹا: (سختی سے) مجھے وہ تصویر واپس کر دو جناب!

آدمی: (پُرخلوص تاسف سے) بے شک۔ یقیناً۔ مجھے سچ مچ بہت افسوس
ہے۔ (وہ تصویر اُسے واپس کر دیتا ہے۔ جسے وہ عمداً چومتی ہے۔ اور
اُسے درازوں والی پیٹی پر رکھنے سے پہلے اُس کے چہرے کو غور سے
دیکھتی ہے۔ وہ معافی مانگتے ہوئے اُس کے پیچھے جاتا ہے) شاید میں سراسر
غلطی پر ہوں۔ بے شک، غلطی میری ہی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اُسے
کسی نہ کسی طرح کارتوسوں کا قصہ معلوم ہو گیا ہو۔ اور اس نے اس طرح
سے حملہ آور ہونا محفوظ اور بے خطر سمجھ لیا ہو۔

ریٹا: تو پھر یوں کہو۔ کہ وہ ایک ڈھونگی اور بزدل تھا! اگر یہ بات کہنے کی
پہلے تم میں جرأت نہ تھی۔

آدمی: (مایوس مگر مزاحیہ انداز میں) عزیز خاتون! اس پر بحث بے کار ہے۔
میں تمہیں یہ بات پیشہ ورانہ نکتہ نظر سے نہیں سمجھا سکتا۔ (جیسے ہی وہ
اٹومن پر بیٹھنے کے لئے مڑتا ہے۔ دور سے گولیاں چلنے کی آواز آتی ہے
اور اس کا خوف پھر تازہ ہو جاتا ہے)

ریٹا: (اُسے گولیوں کی آواز سنتے ہوئے دیکھ کر سختی سے) تمہارے لئے یہی بہتر ہے

آدمی: (مڑکر) کیا؟
ربینا: تم میرے دشمن ہو۔ اور میرے رحم و کرم پر ہو۔ اگر میں پیشہ ور سپاہی
ہوتی۔ تو تمہارے ساتھ مجھے کیا سلوک کرنا چاہئے تھا؟
آدمی: سچ ہے۔ نوجوان خاتون۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ میں جانتا ہوں۔ کہ تم نے
میرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کیا ہے۔ وہ تین چاکلیٹ کریم تو میں مرتے
دم تک یاد رکھوں گا۔ اگرچہ یہ بات غیر سپاہیانہ تھی۔ لیکن میرے لئے
من سلویٰ سے کم نہ تھی۔
ربینا: (سرد مہری سے) شکریہ۔ اور اب میں ایک سپاہیانہ بات کروں گی۔
تم نے میرے ہونے والے شوہر کے بارے میں جو کچھ ابھی ابھی کہا
ہے۔ اس کے بعد اب تم یہاں بالکل نہیں ٹھہر سکتے۔ میں ذرا باہر
بالکنی پر جاکر دیکھ لوں۔ کہ تم حفاظت سے سڑک پر نیچے اتر سکو گے یا
نہیں۔ (وہ کھڑکی کی طرف جاتی ہے)
آدمی: (چہرے کا رنگ بدلتے ہوئے) اس پانی کے نل کے ذریعے! ٹھہرو! ٹھہرو!
میں نہیں اتر سکتا۔ میری ہمت نہیں پڑتی۔ مجھے تو اس کے خیال ہی
سے جھرجھری آتی ہے۔ تو اس کے ذریعے اس تیزی سے اوپر آیا ہوں
جیسے موت میرا پیچھا کر رہی ہو۔ اب میں دوبارہ اس خطرے کا سامنا
نہیں کر سکتا (وہ اٹومن میں دھنس جاتا ہے) میں نے ہمت ہار دی ہے۔ میں
زندگی سے ہاتھ دھو چکا ہوں۔ تم اپنے لوگوں کو آواز دے دو۔ وہ انتہائی
مایوسی کے عالم میں اپنا سر اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے۔

ریناؔ: (رحم کھا کر) آؤ۔ اس قدر دل شکستہ نہ ہو۔ (وہ تقریباً ماں کی ممتا جیسے جذبے سے اُس پر جھک جاتی ہے۔ وہ اپنا سر ہلاتا ہے) او!

— تم تو بالکل ننھے سپاہی ہو — کریم اور چاکلیٹ کے سپاہی!

آؤ۔ خوش ہو جاؤ۔ گرفتاری کا سامنا کرنے کی نسبت نیچے اُترنا زیادہ آسان ہے۔ سمجھے!

آدمی: (اس کی آواز نغمگی سے، کھوئے ہوئے انداز میں) نہیں — گرفتار ہونے کا مطلب تو صرف موت ہے۔ اور موت، نیند کا دوسرا نام ہے۔ نیند — نیند — نیند — پُرسکون نیند۔ ائل کے ذریعے نیچے اُترنے میں مجھے جدوجہد کرنی پڑے گی۔ گویا مرنے سے پہلے ہی مجھے دس بار موت کا خیال کرنا ہوگا۔

ریناؔ: (نرمی اور تعجب سے اُس کی تھکاوٹ کا اندازہ لگاتے ہوئے)۔ کیا تمہیں اس قدر نیند آ رہی ہے؟

آدمی: جب سے میں فوج میں بھرتی ہوا ہوں۔ اُس وقت سے مجھے کبھی دو گھنٹے بھی آرام سے سونے کو نہیں ملے۔ اور اڑتالیس گھنٹوں سے تو مَیں نے پلک جھپک کر نہیں دیکھا۔

ریناؔ: (تشویش و پیچ کے عالم میں) لیکن میں تمہارے لئے کیا کروں؟

آدمی: (ریناؔ کے مایوس کن انداز سے متاثر ہو کر، لڑکھڑا کر اُٹھتا ہے) بیشک مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ (وہ اپنے آپ کو جھنجوڑ کر اور اپنے حواس مجتمع کر کے ہمت و ولولہ کے ساتھ کہتا ہے)

دیکھئے۔ نیند ہو یا نہ ہو۔ بھوک ہو یا نہ ہو۔ تھکی ہو یا نہ ہو۔ جو کام کرنے کا ہے کیا جا سکتا ہے۔ مجھے اس نل کے ذریعے نیچے اترنا جانا چاہیے (وہ اپنے سینے پر ہاتھ مارتا ہے) چاکلیٹ کریم سپاہی کچھ سنا تم نے؟

(وہ کھڑکی کی طرف جاتا ہے)

رینا: (بے چینی سے) خدانخواستہ اگر تم گر پڑے تو؟

آدمی: میں پتھروں کو، پروں کا بستر سمجھ کر سو جاؤں گا۔ خدا حافظ۔ (مردانہ وار کھڑکی کی طرف جاتا ہے۔ اور اس نے ہاتھ چٹخنی پر ہاتھ رکھا تھا کہ نیچے سڑک پر گولیاں چلنے کی ہولناک آواز آتی ہے)

رینا: (بھاگ کر) ٹھہرو! (وہ آستے سے دھڑک کر اپنی طرف کھینچتی ہے) وہ تمہیں مار ڈالیں گے۔

آدمی: (بے دلی مگر توجہ سے) کوئی بات نہیں ——— میرے سامنے تو دن بھر یہی کچھ ہوتا رہتا ہے۔ پھر بھی مجھے کوشش تو کرنا ہی ہو گی (فیصلہ کن انداز میں) اچھا اب جو میں کہتا ہوں، سو کرو۔ موم بتی بجھا دو۔ تاکہ جب میں کھڑکی کھولوں۔ ان کو روشنی نظر نہ آئے۔ اور تم جو کچھ کرو، مگر کھڑکی سے الگ ہٹی رہو۔ کیونکہ اگر ان لوگوں نے مجھے دیکھ لیا۔ تو وہ مجھ پر یقیناً گولی چلا دیں گے۔

رینا: (اسے پکڑتے ہوئے) چاندنی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ وہ تمہیں ضرور دیکھ لیں گے۔ میں تم کو بچا لوں گی۔ تم اس قدر بے پرواہ کیوں ہو رہے ہو؟ کیا تم یہ نہیں چاہتے۔ کہ میں تم کو ان لوگوں سے بچا لوں۔

آدمی: میں کسی کے لیے تکلیف کا باعث نہیں بننا چاہتا (وہ جھنجھلا کر اسے جھنجھوڑ ڈالتی ہے) میں تم کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں اپنی زندگی سے لاپرواہ نہیں ہوں۔ لیکن یہ سب کچھ کیونکر کیا جائے۔

ریتا: کھڑکی سے ادھر آجاؤ (وہ اسے گھسیٹ کر وہاں کمرے کے وسط میں لے جاتی ہے۔ لیکن جیسے ہی وہ اسے چھوڑتی ہے۔ وہ میکانکی طور پر دوبارہ کھڑکی کی طرف بھاگتا ہے۔ وہ اسے پکڑ لیتی ہے اور اپنی طرف کھینچتے ہوئے التجا کرتی ہے) خدا کے لئے! (وہ سحر زدہ خرگوش کی طرح ساکن ہو جاتا ہے۔ تھکان اس پہ بڑی تیزی سے غالب آنے لگتی ہے۔ وہ اسے چھوڑ دیتی ہے۔ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہتی ہے) اچھا سنو۔ تم کو ہماری مہمان نوازی پر اعتبار کرنا چاہیئے۔ تم کو شاید ابھی یہ نہیں معلوم کہ تم اس وقت کس کے مکان میں ہو۔ میں پشکوف ہوں۔

آدمی: ۔۔۔ پش ۔۔۔؟

ریتا: (کسی قدر ملامت سے) میرا مطلب ہے کہ میں پشکوف کے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ جو ہمارے علاقہ میں سب سے زیادہ مالدار اور سب سے زیادہ مشہور خاندان ہے۔

آدمی: اوہ ۔۔۔ میں اب سمجھا ۔۔۔ پشکوف ۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں یقیناً ۔۔۔ میں بھی کتنا احمق ہوں!

ریتا: کیسے انجان بنتے ہو؛ جیسے تم نے اس سے پہلے آج تک کبھی اُن

کے بارے میں نہیں سُنا۔

آدمی: مجھے معاف کر دو۔ میں اس قدر تھک گیا ہوں۔ کہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ تم نے جب گفتگو کا موضوع تبدیل کیا۔ تو میں کچھ سمجھ ہی نہیں سکا۔ خدا کے لئے مجھ سے خفا نہ ہوں۔

ریبنا: میں بھول گئی۔ اس طرح تو شاید تم رو پڑو گے (وہ بڑی سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلاتا ہے۔ وہ مُنہ پھلاتی ہے۔ اور پھر پہلے کی طرح حوصلہ فزائی کے انداز میں کہتی ہے) تم کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ہماری فوج میں کوئی بلغاری میرے باپ کا ہم پلہ نہیں ہے (فخر سے) وہ ایک میجر ہیں۔

آدمی: (بظاہر بہت متاثر ہو کر) میجر! میرے اللہ۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

ریبنا: تمہاری ناواقفیت کا بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ بالکنی پر چڑھنے کے لئے نل کے علاوہ تم کو اور کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آیا۔ کیونکہ ہمارا ایک ایسا خاص گھر ہے۔ جس میں نیچے اور اُوپر کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں۔ اور مکان کے اندر زینوں کا ایک سلسلہ موجود ہے۔ اُوپر نیچے آنے جانے کیلئے

آدمی: زینہ! بہت خوب! نوجوان خاتون۔ تم تو بہت عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہی ہو۔

ریبنا: تم جانتے ہو۔ کہ لائبریری کیا ہوتی ہے؛

آدمی: لائبریری کا ایک کمرہ ہوتا ہے۔ کتابوں سے بھرا ہوا۔

رینا: ہاں تو۔ ہمارے مکان میں بھی لائبریری کمرہ ہے۔ اور سارے بلغاریہ میں یہ واحد لائبریری کمرہ ہے۔

آدمی: یقیناً ایک مکمل لائبریری کمرہ! میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں!

رینا: (ظاہرداری سے) میں تمہیں یہ سب باتیں اس لئے بتا رہی ہوں تاکہ تم یہ سمجھ سکو کہ تم کسی بے علم دہقان کے گھر میں نہیں ہو۔ جو تمہیں مہربانی و ہمدردی میں دیکھتے ہی مار ڈالے۔ بلکہ تم اس وقت مہذب لوگوں کے درمیان ہو۔ ہم اوپیرا کے موقع پر ہر سالی بخارسٹ جاتے ہیں۔ اور میں نے ویانا میں پورا ایک مہینہ بھی بتایا ہے۔

آدمی: میں سمجھ گیا۔ نوجوان خاتون۔ میں تو اسی دم سمجھ گیا تھا۔ کہ تم نے دنیا دیکھی ہے۔

رینا: کیا تم نے کبھی ارنانی کا اوپیرا دیکھا ہے؟

آدمی: وہ، جس میں ایک شیطان سرخ بانات میں ملبوس ہوتا ہے۔ اور فوجی مل کر گاتے ہیں؟

رینا: (حقارت سے) نہیں!

آدمی: (تھکاوٹ کا اظہار کرتے ہوئے) پھر مجھے نہیں معلوم۔

رینا: میرا خیال تھا۔ تم کو وہ منظر ضرور یاد ہوگا۔ جس میں ارنانی اپنے دشمنوں سے بھاگ کر بالکل تمہاری طرح اپنے سب سے خطرناک دشمن کیسٹیلین رئیس کے ہاں پناہ لیتا ہے۔ وہ رئیس اسے اس کے دشمنوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ اسے ایک مقدس امانت خیال

کرتا ہے۔

آدمی: (جلدی سے ہوشیار ہو کر) کیا تم لوگ بھی اس کا خیال کرتے ہو؟

رینا: (تمکنت سے) میں اور میری ماں اسی خیال کی ہیں۔ جیسا کہ تم نے دریافت کیا ہے۔ اگر تم نے پستول دکھا کر مجھے ڈرانے کی بجائے ویسا کہ تم نے کیا ہے، خود کو ایک پناہ گزیں کی طرح صرف ہماری مہمان نوازی پہ چھوڑ دیا ہوتا۔ تو تم یہاں اسی قدر امن چین سے ہوتے۔ جیسے اپنے باپ کے گھر میں۔

آدمی: بالکل ٹھیک؛

رینا: (جھلا کر اس کی طرف پیٹھ کر لیتی ہے) اوہ! تمہیں سمجھانے کی کوشش کرنا ہی بے سود ہے۔

آدمی: غصہ مت کرو۔ تم جانو کوئی ایسی ویسی بات ہو جاتی۔ تو میرے لئے کتنی مشکل ہو جاتی۔ میرے لئے کتنی مشکل ہو جاتی۔ میرے والد بہت مہمان نواز آدمی ہیں۔ ان کی چھ ہوٹل ہیں۔ لیکن ایسے موقعہ پر تو شاید میں ان پر بھی اس حد تک بھروسہ نہ کر سکتا۔ لیکن تمہارے والد کہاں ہیں؟

رینا: وہ اس وقت سلونتزا میں اپنے ملک کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ لیکن تمہاری حفاظت کی ذمے داری میں لیتی ہوں۔ لو ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے اس کے لئے وعدہ کرتی ہوں۔ اب تو تم کو اطمینان ہوگا (وہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتی ہے)

آدمی: (ڈبڈبا اپنے ہاتھ کو دیکھ کر) نوجوان خاتون! بہتر ہے کہ تم میرے ہاتھ

کو نہ چھوڑ. پہلے میں انہیں دھولوں.

رینا : (متاثر ہوکر) یہ تمہارے حُسنِ اخلاق کا ثبوت ہے. معلوم ہوتا ہے

تم ایک بااخلاق آدمی ہو.

آدمی : (کشمکش میں) ایں؟

رینا : یہ نہ سوچو. کہ مجھے کچھ تعجب ہو رہا ہے. صاحب حیثیت بلغاری

ــــ ہماری طرح کے لوگ ــــ اپنے ہاتھوں کو تقریباً روزانہ ہی

دھوتے ہیں. اس لئے میں تمہاری اس نفاست پسندی کی قدر کرتی

ہوں. تم میرا ہاتھ تھام سکتے ہو. (وہ دوبارہ اپنا ہاتھ اس کی طرف

بڑھاتی ہے)

آدمی : (اپنے ہاتھ اپنے پیچھے باندھ کر ــــ رینا کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے.)

مہربان نوجوان خاتون. اب میں خود کو بالکل محفوظ محسوس کر رہا ہوں.

اب اگر کوئی حرج نہ ہو. تو اپنی ماں کو اس بات کی اطلاع کر دو. کیونکہ اس

طرح چوری چھپے میرا یہاں زیادہ دیر رہنا مناسب نہیں ہے.

رینا : بشرطیکہ جتنی دیر میں یہاں سے باہر رہوں تم یہاں چُپ چاپ بیٹھے

رہو.

آدمی : بے شک. (وہ آٹومن پر بیٹھ جاتا ہے)

رینا پلنگ کے پاس جاتی ہے. اور اپنا سمور کا فرغل پہن لیتی ہے

اس آدمی کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں. وہ دروازے کی طرف جاتی ہے. اور

آخری بار مڑ کر اس کی طرف دیکھتی ہے. کہ وہ نیند کی آغوش میں پہنچ چکا ہے.

رینا: (دروازے پر سے) تم سو تو نہیں رہے۔ کیا سو رہے ہو؟ (وہ جواب میں بڑبڑاتا ہے لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بھاگ کر اُسے جھنجھوڑتی ہے) سنتے ہو؟ جاگو ــــ تم تو سوئے جا رہے ہو۔

آدمی: ایں! میں سو رہا ہوں ــــ ؟ اوہ ــــ نہیں ــــ میں بالکل نہیں سو رہا۔ میں تو صرف سوچ رہا تھا۔ سب ٹھیک ہے۔ میں بالکل جاگ رہا ہوں۔

رینا: (سختی سے) میرے آنے تک مہربانی کر کے کھڑے رہو۔ (وہ بادل نخواستہ اُٹھتا ہے) تمام وقت ایسے۔

آدمی: (ڈھیلے پن سے کھڑے ہوکر) یقیناً ــــ یقیناً ــــ مجھ پر بھروسہ رکھو میں بالکل کھڑا رہوں گا۔

رینا اُس کی طرف مشتبہ نظروں سے دیکھتی ہے۔ وہ دھیمے سے مسکراتا ہے۔ وہ بادلِ نخواستہ جاتی ہے۔ دروازے پر پہنچ کر پھر مڑکر دیکھتی ہے۔ اور اُسے اُونگھتا ہوا پاکر باہر چلی جاتی ہے۔

آدمی: (اُونگھتے ہوئے) ــــ نیند ــــ نیند ــــ نیند ــــ میں ــــ (الفاظ سرگوشیوں میں بکھر گئے۔ وہ اونگھ میں گرنے والا ہوتا ہے کہ جاگ جاتا ہے) میں کہاں ہوں؟ یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں۔ کہ میں کہاں ہوں؟ مجھے جاگتے رہنا چاہئے۔ سوائے خطرے کے کوئی چیز مجھے بیدار نہیں رکھ سکتی۔ بس یہ یاد رکھو۔ (ارادتاً) خطرہ ــــ خطرہ ــــ خطرہ ــــ خط ــــ (نیند کا پھر دوسرا جھٹکا) لیکن خطرہ کہاں ہے؟ مجھے

معلوم کرنا چاہیئے۔ (وہ پورے کمرے میں اسے اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگتا ہے) میں کیا تلاش کر رہا ہوں؟ نیند ـــ خطرہ ـــ جانے کیا ـــ (وہ پلنگ سے ٹکرا جاتا ہے) ارے ہاں ـــ اب میں جان گیا ہوں ـــ ٹھیک ہے۔ مجھے لیٹ جانا چاہیئے۔ یقیناً، سونا نہیں چاہیئے۔ یقیناً، سونا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ خطرہ ہے لیٹنا بھی چاہیئے صرف بیٹھ رہنا چاہیئے۔ (وہ پلنگ پر بیٹھ جاتا ہے۔ اُس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پیدا ہو جاتے ہیں) آہ! (خوشی کی گہری سانس کے ساتھ وہ پوری طرح بستر پر دراز ہو جاتا ہے۔ اور جوتوں سمیت اپنے پیر اُٹھا کر بستر ہی پر رکھ لیتا ہے۔ اور فوراً ہی گہری نیند سو جاتا ہے)

کیتھرائن، رینا کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہوتی ہے۔

رینا: (گدے دار کرسی کی طرف دیکھتے ہوئے) وہ چلا گیا! میں اس کو یہاں چھوڑ گئی تھی۔

کیتھرائن: یہاں! پھر شاید وہ یہاں سے نیچے اُتر گیا ہو ـــ!

رینا: (اُسے دیکھتے ہوئے) وہ ہے! (وہ اشارہ کرتی ہے)

کیتھرائن: (ناراض ہو کر) ہوں! (وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی پلنگ کی طرف جاتی ہے۔ رینا بھی اُس کے پیچھے پیچھے جا کر دوسری طرف، کیتھرائن کے مقابل کھڑی ہو جاتی ہے) وہ تو گہری نیند سو رہا پڑا ہے۔ جانور!

رینا: (تشویش سے) شش!

کیتھرائن: (اُسے جھنجھوڑنے لگتی ہے) جناب! (اور زیادہ سختی سے جھنجھوڑ کر) جناب!!!

رینا: (اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) نہیں امی۔ وہ غریب بیچارہ بہت تھکا ہوا ہے۔ اُسے سونے دیجئے۔

کیتھرائن: (اُسے چھوڑ کر، رینا کی طرف تعجب سے دیکھتی ہے) بیچارہ غریب! غریب۔ رینا!!! (وہ درشتی سے اپنی لڑکی کی طرف دیکھتی ہے) وہ آدمی گہری نیند سویا پڑا رہتا ہے۔
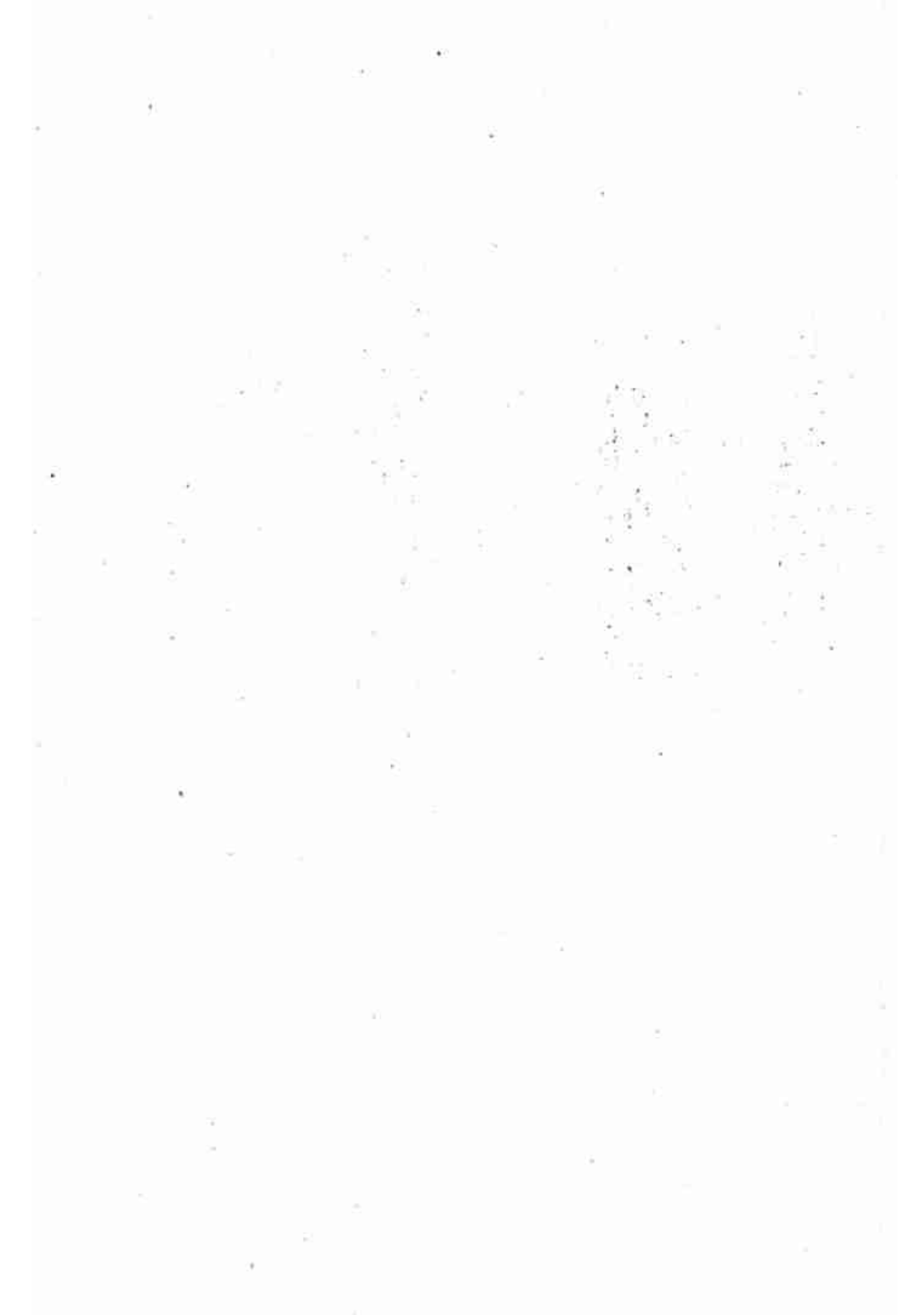
ایکٹ دوسرا

۶ مارچ ۱۸۸۶ء، میجر پٹکوف کے مکان کا باغ، موسم بہار کی خوشگوار صبح۔ باغ بڑا خوبصورت اور تر و تازہ دکھائی دیتا ہے۔ باغ کے احاطے سے پرے دو مینار دیکھے جا سکتے ہیں۔ جو یہ بتا رہے ہیں، کہ وہاں پر ایک وادی ہے۔ جس میں ایک چھوٹا سا شہر آباد ہے۔ چند میل کے فاصلے پر بلقان کے پہاڑ کھڑے ہیں۔ اور انہوں نے سطح زمین کے بڑے قطعے کو ڈھانک رکھا ہے۔ باغ کے اندر سے اُن کی طرف دیکھنے پر بائیں جانب مکان کا ایک حصہ نظر آتا ہے۔ جس کے ساتھ ہی زیتون کا ایک چھوٹا سا سلسلہ باغ کے دروازے تک چلا گیا ہے۔ داہنی طرف اصطبل ہے۔ جس کا پھاٹک باغ میں لگا ہوا ہے۔ باغ کے احاطہ اور مکان کے ساتھ ساتھ پھلوں کی جھاڑیاں لگی ہوئی ہیں۔ جو سوکھنے کے لئے پھیلائے گئے کپڑوں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ مکان کے برابر ایک روش ہے۔ جو کونے پر دو قدم بلند ہو کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ وسط میں ایک چھوٹی سی ناشتے کی میز

ہے۔ اور اُس کے پاس دو جھکی ہوئی لکڑی کی کُرسیاں ہیں۔ میز پر ترکستانی کافی دان پیالے اور اسٹول نے وغیرہ رکھے ہوئے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناشتہ کیا جا چکا ہے کیونکہ پیالے جھوٹے ہیں۔ اور ڈبل روٹی بھی ٹوٹی ہوئی ہے۔ دائیں جانب لکڑی کی ایک بنچ دیوار سے لگی ہوئی ہے۔ لوتا میز اور مکان کے درمیان کھڑی سگریٹ پی رہی ہے۔ اور ایک مرد ملازم جو اسے تنبیہہ کر رہا ہے کی طرف غصے اور نفرت سے پشت کئے کھڑی ہے۔ وہ ایک ٹھنڈے مزاج، معمولی مگر صاف واضح اور گہری سمجھ بوجھ والا ادھیڑ عمر کا شخص ہے۔ اور ایسا خلیق خادم ہے۔ جو اپنے آپ کو تابعداری میں بہت مقاوم سمجھتا ہے ـــــ اور ایک صحیح حساب داں کی مانند پُرسکون ہے جو اسے اپنے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔ وہ سفید بلغاریائی لباس میں ہے اور وہ ایک جیکٹ جس کے کنارے پر کشیدہ کاری کی گئی ہے۔ شاش اکرمنہا چوڑی نیکر اور بجے سجائے ساق پوش میں ملبوس ہے۔ اُس کا سر چاند گم گھٹا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے اُس کی بلند پیشانی جاپانیوں کی طرح اوپر کو اُٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اُس کا نام نکولا ہے۔

نکولا: لوتا! اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ اور اپنے طور طریقے درست کرلو۔ مَیں مالکن کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ اس قدر اچھی ہیں۔ کہ وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتیں۔ کہ کوئی نوکر کبھی اُن کے ساتھ کوئی گستاخی بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر اُنہیں ایک بار بھی یہ شک ہو گیا۔ کہ تم اُن کو خاطر میں نہیں لا رہی ہو۔ تو بس وہ تمہیں نکال ہی دیں گی

لوقا: بس اُنہیں خاطر میں نہیں لاتی۔ اور نہ لاؤں گی۔ مجھے ان کی کیا پرواہ ہے؛
نکولا: اگر تم اسی طرح گھر بھر سے لڑو گی۔ تو میں کبھی تم سے شادی نہیں کرونگا
یہ تو مجھ ہی سے جھگڑنے کے مترادف ہے۔
لوقا: تم میرے خلاف اُن کی طرف داری کرتے ہو۔ ہے نا؟
نکولا: (مستقل مزاجی سے) میں اس گھرانے کی بھلائی کا ہمیشہ خواہاں رہا
ہوں۔ جب میں اُن کی نوکری چھوڑ کر صوفیہ میں اپنی دکان کھولونگا
اس وقت بھی میری آدھی بکری ان سے ہو گی۔ اُن کی بددعا مجھے برباد
کردے گی۔
لوقا: تم میں تو ذرا جرأت نہیں ہے۔ میرے خلاف وہ ایک لفظ بھی کہیں
تو زبان کھینچ لوں۔
نکولا: (افسوس کرتے ہوئے) لوقا۔ میں تم سے سمجھداری کی اُمید رکھتا تھا۔
لیکن تم کمسن ہو —— تم کمسن ہو!
لوقا: ہاں۔ اور تم اسی لئے مجھے پسند کرتے ہو۔ ہے نا؟ میں کمسن تو ضرور
ہوں۔ لیکن میں چند ایسے گھریلو راز جانتی ہوں۔ جن کو وہ زبان پر
نہیں لا سکتے۔ اگر اُن میں ہمت ہے تو مجھ سے ذرا لڑ کر دیکھیں۔
نکولا: (دردمند اور جذبۂ برتری کے ساتھ) اگر وہ تمہیں ایسا کہتے ہوئے سُن
لیں۔ تو جانتی ہو وہ کیا کریں گے۔
لوقا: وہ کر ہی کیا سکتے ہیں؟
نکولا: وہ تمہارے جھوٹ پن کی وجہ سے تمہیں نوکری سے برطرف کردیں گے

تمہاری باتوں پر کون یقین کرے گا؟ کون نہیں، اپنے یہاں ملازم رکھے گا؟ اور پھر کبھی اس گھر میں تم سے بات کرنے کی بھی جرأت کون کرے گا؟ تمہارا والد کب تک اپنے چھونے سے کیسے پر گذر کرے گا۔ (وہ جھنجھلا کر اپنے سگریٹ کا آخری ٹکڑا زمین پر پھینک کر پاؤں سے کچل دیتی ہے) میری جان! تم نہیں جانتی۔ کہ جب ہم اور تم جیسے چھوٹے لوگ، اپنی غریبی سے نکلنے کے لئے اُن بڑے آدمیوں کے خلاف سر اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ لوگ ہم پر کیسا دباؤ ڈالتے ہیں (وہ اُس کے قریب جا کر اور اپنی آواز دھیمی کر لیتا ہے) میری طرف دیکھو۔ دس سال سے اُن کی ملازمت کر رہا ہوں۔ کیا تم سمجھتی ہو۔ میں ان کا کوئی راز نہیں جانتا؟ میں تو مالکن کے بارے میں وہ وہ باتیں جانتا ہوں۔ کہ اگر مجھے ہزار لیوا (بلغاریہ کا سکہ) بھی دے تو میں اپنے مالک کے بارے میں جو باتیں جانتا ہوں۔ اگر میں مالکن سے ان کا بھید کھولوں۔ تو مالکن کم از کم چھ ماہ تک مالک سے بات تک کرنا چھوڑ دے مجھے رینا کی بابت ایسی باتیں معلوم ہیں کہ اگر میں بتاؤں۔ تو سرجیئس سے اس کا رشتہ ٹوٹ جائے۔

لوقا : (اُس کی طرف تیزی سے مڑتے ہوئے) نہیں، کیسے معلوم ہوا۔ میں نے تو تم سے نہیں کہا :

نکولا : (مکاری سے آنکھیں مٹکاتے ہوئے) تو کیا یہی تمہارا چھوٹا سا راز ہے؛ میرا بھی یہی خیال تھا۔ کہ ایسی ہی کوئی بات ہوگی۔ خیر ــــ تم میرا کہنا مانو۔

اور مودّب بن کر رہو۔ اور مالکن کو یہ محسوس ہونے دو۔ کہ تم کچھ جانتی ہو یا انجان ہو، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اور اس طرح وہ تم پر بھروسہ کر بس اپنی زبان کو بند رکھو۔ اور صدق دل سے اس گھرانے کی خدمت کرتی چلی جاؤ۔ یہی وہ لوگ چاہتے ہیں۔ اور اسی طرح تم کو ان سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

لوقا: (شدید نفرت سے) نکولا! تمہارا ذہن بالکل نوکروں کا سا ہے۔

نکولا: (خوش خلقی سے) ہاں۔ نوکری میں کامیابی کا راز بھی یہی ہے۔ (اصطبل کے صحن سے لکڑی کے دروازے پر چابک کے دستے کے ساتھ زور سے دستک ہوتی ہے)

باہر مردانی آواز: ارے بھئی کوئی ہے؟ کوئی ہے؟ نکولا!

لوقا: ارے! مالک! جنگ سے واپس آ گئے!

نکولا: (جلدی سے) میری بات ٹھیک نکلی نا لوقا۔ لڑائی ختم ہو گئی۔ اب جلدی سے تھوڑی سی تازہ کافی لے آؤ۔ (بھاگ کر اصطبل کی طرف جاتا ہے)

لوقا: (کافی دان اور پیالے ٹرے میں رکھ کر گھر کے اندر لے جاتے ہوئے وہ نکولا سے کہتی ہے) تم مجھ میں کبھی خادمہ کی روح پیدا نہیں کر سکو گے۔

اصطبل کی طرف سے میجر پیٹکوف آتا ہے۔ نکولا اس کے پیچھے ہے۔ میجر پیٹکوف ایک پچاس سال کا ہنس مکھ جوشیلا۔ ادنیٰ۔ غیر مہذب قسم کا ناشائستہ سا آدمی ہے ظاہر ہے۔ کہ مقامی سوسائٹی میں اپنی اہمیت جتانے اور دولت بڑھانے کے سوا اور کوئی خواہش نہ ہوگی۔ لیکن اس وقت وہ اپنے

اس فوجی منصب سے بہت ہی زیادہ مسرور ہے۔ جو جنگ کی بدولت اسے مل گیا ہے۔ اور جس سے شہر میں اس کی دقعت بہت بڑھ گئی تھی۔ وطن پرستی کا ذہنی جوش جو سربیوں سے حملے کی وجہ سے ہر بلغاری میں پیدا ہو گیا تھا، اس نے پیشکوف کو بھی میدان جنگ تک کھینچ کر لے گیا تھا۔ لیکن دوبارہ گھر واپس آ کر وہ بلا شبہ بہت خوش تھا۔

پیشکوف: (اپنے چابک سے میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہاں باہر ناشتہ کس نے کیا ہے؟

نکولا: بیگم صاحبہ اور مس ریتا ناشتہ کر کے ابھی ابھی اندر گئی ہیں۔

پیشکوف: (بیٹھ کر ایک سموسہ اٹھاتے ہوئے) جاؤ، اندر جا کر اطلاع دو۔ کہ میں آ گیا ہوں۔ اور میرے لئے تازہ کافی لاؤ۔

نکولا: بس ابھی لایا جناب۔ (وہ گھر کے دروازے تک جاتا ہے۔ راستے میں لوقا تازہ کافی، صاف کپ، اور برانڈی کی بوتل لئے ہوئے آتے ملتی ہے) تم نے بیگم صاحبہ سے کہہ دیا؟

لوقا: ہاں۔ وہ آ رہی ہیں۔

(نکولا مکان کے اندر چلا جاتا ہے۔ لوقا کافی میز پر لگاتی ہے)

پیشکوف: اچھا، کیا سرب تمہیں لے کر نہیں بھاگے۔ نہیں گیا؟

لوقا: نہیں جناب۔

پیشکوف: ٹھیک ہے۔ کیا تم میرے لئے فرانس کی برانڈی لائی ہو؟

لوقا: (بوتل میز پر رکھتے ہوئے) یہ لیجئے جناب۔

پیشکوف: بہت خوب۔ (وہ تھوڑی سی برانڈی، کافی میں ملاتا ہے۔)

کیتھرائن جس نے صبح صبح سرسری طور سے لباس تبدیل کیا تھا۔ اپنے پھٹے پرانے ڈریسنگ گاؤن پر جو کبھی بہت چمک دمک والا تھا۔ بلغاریائی پیش بند کس لیا تھا۔ اور اپنے گھنے سیاہ بالوں کو اُس نے رنگین رومال سے باندھ رکھا تھا۔ وہ اپنے ننگے پاؤں میں ترکی سلیپر پہنے ہوئے آتی ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ حیرت انگیز حد تک خوبصورت اور دبدبہ والی دکھائی دے رہی ہے۔ اور لوقا مکان کے اندر چلی جاتی ہے۔

کیتھرائن: میرے پیارے پال! تم اچانک کیسے آ گئے، (وہ اُس کی کرسی کی کرسی کی پشت پر اُسے پیار کرنے کے لئے جھکتی ہے) ارے! یہ لوگ تمہارے لئے وہ تازہ کافی نہیں لائے؛

پیشکوف: ہاں — لوقا لے آئی ہے۔ لڑائی تو ختم ہو گئی ہے۔ تین دن ہوئے بخارسٹ میں صلح نامے پر دستخط ہو گئے۔ اور کل ہی ہماری فوج کو واپسی کا حکم مل گیا۔

کیتھرائن: (تن کر کھڑے ہوئے) پال کیا آسٹریا والوں سے مجبور ہو کر تم نے صلح کی ہے۔

پیشکوف (رنیا: مندی سے) جانِ من۔ اُنہوں نے مجھ سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ میں کیا کر سکتا تھا؛ (وہ بیٹھ جاتی ہے۔ اور اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیتی ہے) لیکن میں نے اس کا برابر خیال رکھا کہ صلحنامہ باعزت ہو۔

صلح نامہ کی رُو سے امن۔

کیتھرائن: (غصّہ میں) امن!

پیٹکوف: (اس کی خوشامد کرتے ہوئے) امن۔ لیکن دوستانہ تعلقات نہیں
تم کو یاد رہے۔ وہ لوگ تو اس بات کو بھی شامل کرنا چاہتے تھے ۔
لیکن میں نے ان کو اس سے باز رکھا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کر سکتا
تھا؟

کیتھرائن: تم سربیہ کو ملحق کر کے شہزادے الگزینڈر کو بلقان کا شہنشاہ
بنا سکتے تھے۔ میں تو یہی کرتی۔

پیٹکوف: بھلا مجھے اس میں کوئی شک ہے میری جان ۔ ایسا کرنے کے لئے
پہلے تو مجھے آسٹریا کی پوری سلطنت کو تسخیر کرنا پڑتا۔ اور اس کے لئے
مجھے تم سے بہت دنوں تک جدا رہنا پڑتا۔ اور تمہاری جدائی میرے
لئے ناقابل برداشت ہے۔

کیتھرائن: (پسیج کر) آ! (اس کا ہاتھ دبانے کے لئے وہ محبت سے
اپنا ہاتھ میز پر بڑھاتی ہے)

پیٹکوف: جانِ من! تم اس عرصہ میں کیسی رہیں؟

کیتھرائن: حسب معمول گلے کی خرابی کے علاوہ اور تو سب ٹھیک ہی رہا۔

پیٹکوف: (بڑے یقین کے ساتھ) یہ جو تم ہر روز اپنی گردن دھوتی رہتی ہو۔
بس اسی سے ایسا ہوتا ہے۔ میں تم سے اکثر کہہ چکا ہوں۔

کیتھرائن: تم تو احمق ہو۔ پال!

پینکوف: (کافی اور سگریٹ پیتے ہوئے) ایسی یہ نئی رسمیں بہت زیادہ اپنانے کا قائل نہیں ہوں۔ یہ روز روز کا نہانا دھونا صحت کے لئے ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فطرت کے خلاف ہے۔ فلیپو پولس میں ایک انگریز تھا جو صبح اٹھتے ہی ٹھنڈے پانی سے نہایا کرتا تھا۔ تف ہے۔ لاحول ولا۔ یہ سب انگریزوں کی لائی ہوئی لعنتیں ہیں۔ اُن کے ملک کی آب و ہوا اُن کو اس قدر میلا کچیلا بنا دیتی ہے۔ کہ اُن کو ہمیشہ ہی نہانا پڑتا ہے لیکن میرے والد کی طرف دیکھو! وہ تمام عمر نہائے نہیں۔ وہ اٹھہتّرے سال تک زندہ رہے۔ وہ بلغاریہ میں سب سے تندرست آدمی تھے۔ خود کو ٹھیک ٹھاک رکھنے کے لئے ہفتے میں ایک بار اچھی طرح سے نہا دھو لینے کو میں بُرا نہیں سمجھتا۔ لیکن روزانہ نہانے کی حماقت کا جواز میری سمجھ میں نہیں آتا۔

کیتھرائن: پال! تمہارا یہ جنگلی پن ابھی تک نہیں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ تم نے تمام بڑے افسروں کے سامنے بھی ایسا ہی طریقہ اختیار کیا ہوگا۔

پینکوف: نہیں، میں نے اپنی ساکھ جمانے کی پوری کوشش کی۔ میں نے اُس کا بڑا خیال رکھا۔ کہ وہ یہ جان لیں، کہ ہمارے یہاں ایک لائبریری بھی ہے۔

کیتھرائن: لیکن تم نے اُن کو یہ نہیں بتایا ہوگا۔ کہ ہمارے ہاں ... بجلی کی گھنٹی بھی لگی ہوئی ہے۔ میں نے وہاں ایک گھنٹی لگوائی ہے۔

پیشکوف: یہ بجلی کی گھنٹی کیا ہوتی ہے ؟

کیتھرائن: ایک بٹن ہے. تم اس پر انگلی رکھو. تو باورچی خانے میں گھنٹی بجتی ہے. اور پھر نکولا آ جاتا ہے.

پیشکوف: تو اُسے پکار کیوں نہ لیا جائے ؟

کیتھرائن: مہذب لوگ کبھی اپنے نوکروں کو چلا کر نہیں پکارا کرتے. میں نے یہ سب باتیں تمہاری غیر موجودگی میں سیکھی ہیں.

پیشکوف: خیر. میں بھی تمہیں بتاؤں گا. کہ میں نے کیا کچھ سیکھا ہے. مہذب لوگ کبھی اپنے کپڑے ایسی جگہ سوکھنے نہیں ڈالتے. جہاں اُن پر آنے جانے والے کی نظر پڑے. اس لئے بہتر یہ ہے کہ جھاڑیوں پر پڑے ہوئے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اُن کپڑوں کو کسی اور جگہ لے جا کر ڈال دو.

کیتھرائن: یہ سب فضول ہے پال   میں نہیں مانتی. کہ واقعی مہذب لوگ ایسی چیزوں پر دھیان دیتے ہیں.

سرجیئس: (اصطبل کے پھاٹک پر دستک دیتے ہوئے) پھاٹک کھولو. نکولا!

پیشکوف: سرجیئس آ گیا (چلاتے ہوئے) نکولا! چلو!

کیتھرائن: اُف یوں مت چلاؤ. پال. یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے.

پیشکوف: کیا بکواس ہے! (وہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے چلاتا ہے) نکولا!

نکولا: (مکان کے دروازے پر دکھلائی ہوتے ہوئے) جی حضور.

پیشکوف: کیا تم بہرے ہو؟ تم کو سنائی نہیں دیتا. کہ میجر سارانوف دستک

دے رہے ہیں؟۔ اُن! اس راستے سے اندر لے آؤ۔ (وہ دوسرے
حرفِ تہجّی پر زور دیتے ہوئے سارہ نوف کہتا ہے)

نکولا: بہتر، میجر صاحب۔ (وہ اصطبل کے میدان میں چلا جاتا ہے۔)

پیٹکوف: جانِ من! تم اُس وقت تک اُس سے بات کرتی رہو۔ جب تک رینا
اُسے ہمارے یہاں سے نہ لے جائے۔ میری تو جان کھائے جاتا ہے
کہ ہم نے اسے ترقی نہیں دی۔ خدارا مجھے اُس سے نجات دلاؤ۔

کیتھرائن: رینا سے شادی کر لینے بعد اس کو بالضرور ترقی مل جانا چاہیئے اس
کے علاوہ اس بات پر بھی زور دینا چاہیئے۔ کہ ہماری فوج میں کم از کم
ایک ملکی جنرل ضرور ہونا چاہیئے۔

پیٹکوف: تاکہ وہ ایک رجمنٹ کی بجائے پوری فوج کو موت کے منہ میں
دھکیل دے۔ پیاری! اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ اسے اُس وقت
تک ترقی ملنے کا ذرا سا بھی موقع نہیں ہے۔ جب تک ہمیں اس کا
پورا یقین نہ ہو جائے۔ کہ امن ہمیشہ قائم رہیگا۔

نکولا۔ (پھاٹک پر اطلاع کرتے ہوئے) میجر سرجیئس سارانوف تشریف
لائے ہیں!

(وہ مکان کے اندر جاکر فوراً ایک تیسری کرسی لے کر آتا ہے۔ اور
اُسے میز کے رکھ کر سامنے چلا جاتا ہے)

میجر سرجیئس سارانوف جس کی قدِ آدم تصویر رینا کے کمرے میں تھی۔
ایک دراز قد بے حد خوبرو آدمی ہے۔ جس کے جسم اور جوش و ولولہ کو دیکھ کر

کسی سرکش کوہ پیما کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے اطوار بڑے مہذب ہیں۔ اس کے کمان دار ابرو۔ دیدۂ رقیب کی مانند متجسس نگاہیں لمبی ستواں ناک، پھیلے ہوئے نتھنے، مستقیم ٹھوڑی کا ہیرس کے کسی عجائب گھر کے لئے قطعی موزوں ہے۔ تاکہ اس ذہین، وحشی کو دیکھ کر لوگ بلقان میں مغربی تہذیب کے اثر کا اندازہ لگا سکیں۔ انیسویں صدی کی ابتداء میں انگلستان میں بھی یہی چیز، بائرن کی شخصیت اور اس کی پیروی کی شکل میں ظاہر ہوئی تھی۔ دوسروں کی بجائے اپنی ناکامیوں پر سوچتے رہنا۔ اپنے تصورات پر پورا اترنے کی کوشش کرنا۔ عام انسانوں کو حقیر سمجھنا، اپنے طفلانہ خیالات کی بنا پر اپنے بے بنیاد تصورات کو مطلق صحیح سمجھنا۔ جذباتی طور پر دوسروں کی ہر بات پر چڑھ جانا۔ ان سب باتوں نے اسے نیم غم زدہ، نیم طعن آمیز اور تنک مزاج بنا دیا تھا۔ کچھ بھی ہو۔ کچھ بھی ہو وہ رینا کا تخیلی مرد تھا۔ اور کیتھرائن اپنی بیٹی کی نسبت اس میں کہیں زیادہ دلچسپی لیتی نظر آرہی ہے۔ اور اپنی اس فریفتگی کو چھپانے کی بھی کوئی کوشش نہیں کر رہی۔ جیسے ہی وہ اصطبل کے پھاٹک سے داخل ہوتا ہے۔ تو وہ اس کے استقبال کے لئے پرجوش انداز میں اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔

سیٹکوف: آہا! مسز جیٹس! (تم آ چکے ہو!) تم پھر دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔

کیتھرائن: میرے پیارے سرجیئس! (وہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیتی ہے)

سرجیئس: (احتیاطاً خاتون نوازی سے انہیں چومتے ہوئے) میری پیاری امی۔ اگر میں آپ کو اسی طرح پکاروں تو ———

پیٹکوف: (مذاق سے) ہاں نہیں، سامس کہو۔ سرجیئس! سامس! بیٹھ جاؤ، تھوڑی سی کافی پیو گے؟

سرجیئس: شکریہ۔ مجھے کچھ نہیں چاہیئے (وہ کچھ ناپسندیدگی سے اُس میز پر سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ جیسے پیٹکوف کا یوں مزہ لے کر کافی پینا اسے بُرا معلوم ہو رہا ہو۔ اور مکان میں جانے والے زینے کے کٹہرے سے لگ کر بڑی شان سے کھڑا ہو جاتا ہے)

کیتھرائن: تم اس وقت بڑے شاندار دکھائی دے رہے ہو۔ اس مہم نے تم میں بڑی خوشگوار تبدیلی پیدا کر دی ہے، سرجیئس۔ یہاں تو ہر کوئی تمہارے لئے دیوانہ ہو رہا تھا۔ ہمیں تو رسالے کے شاندار حملے نے جوش سے پاگل کر دیا تھا۔

سرجیئس: (گہرے طنز سے) محترمہ! یہ حملہ میری فوجی عظمت کے لئے لحد اور مقبرہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

کیتھرائن: وہ کیسے؟

سرجیئس: جب ہمارے قابلِ قدر کا جنرل صحیح طریقے سے لڑ کر شکست کھا رہے تھے۔ تو میں نے غلط طریقہ سے جنگ میں فتح پالی۔ مختصر یہ کہ میں نے اُن کے نقشوں کو پلٹ دیا۔ جس سے ان کی عزت وقار کو ٹھیس لگی۔ دو فاذق کرنلوں نے اپنی رجمنٹوں کو، لڑائی کے بالکل سائنٹفک طریقوں سے کٹوا دیا۔ اور دو میجر جنرل اپنے فوجی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر مارے گئے۔ وہ دونوں کرنل اب میجر جنرل

ہو گئے ہیں۔ اور میں ابھی تک میجر کا میجر ہوں۔

کیتھرائن: تم ہمیشہ اسی طرح تو نہیں رہو گے۔ تمام عورتیں تمہاری طرفدار ہیں۔ اور وہ سب کوشاں ہیں کہ تمہارے ساتھ انصاف کیا جائے۔

سرجیئس: اب تو بہت دیر ہو گئی ہے۔ میں صرف امن کا منتظر تھا کہ میں اپنا استعفیٰ بھیج دوں۔

پیٹکوف: (حیرت سے پیالہ چھوڑ کر) تمہارا استعفیٰ

کیتھرائن: نہیں، نہیں! تمہیں اپنا استعفیٰ واپس لے لینا چاہیئے!

سرجیئس: (نپے تلے انداز میں) میں کبھی پیچھے نہیں ہٹتا۔

پیٹکوف: (پریشان ہو کر) یہ تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ تم ایسا کرنا چاہتے ہو ــــ!

سرجیئس: (آگ بگولہ ہوتے ہوئے) ہر وہ شخص جو مجھے جانتا۔ یہ بات بھی جانتا ہے۔ بہر طور، میرے اور میرے معاملات کے متعلق کافی باتیں ہو چکیں۔ یہ بتائیے۔ کہ ریناؔ کہاں اور کیسی ہے؟

ریناؔ: (اچانک، مکان کے گوشے کی طرف سے برآمد ہو کر راستے میں زینے کے سب سے اوپر والے قدم پر کھڑی ہو جاتی ہے) ریناؔ حاضر ہے۔ جب وہ اسے دیکھنے کے لئے مڑتے ہیں۔ تو وہ تصویر کی مانند خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ اس نے ہلکے سبز رنگ کا، ریشمی زیر جامہ پہن رکھا ہے جس کے اوپر سنہری کشیدہ کاری کیا ہوا زرد رنگ کا باریک لباس ہے۔ وہ ایک سنہری گوشہ کی نفیس شرقی ٹوپی پہنے ہوئے ہے۔ سرجیئس مضطرب ہو کر اس کی

ملنے کو آگے بڑھتا ہے۔ شاہانہ انداز میں کھڑی ہو کر وہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتی ہے۔ اور وہ سپاہیوں کے انداز میں گھٹنا ٹیک کر اُس کے ہاتھ کا بوسہ لیتا ہے۔

پیٹکوف: (مہری فخر سے مفتخر ہو کر کیتھرائن سے علیحدگی میں) کتنی خوبصورت لگ رہا ہے۔ وہ ایسے نا، وہ ہمیشہ صحیح موقع پر نمودار ہوتی ہے۔

کیتھرائن: (بیتابی سے) ٹھیک ہے مگر وہ یہاں کہیں کان لگا کر سن رہی ہو گی۔ اسے یہ بڑی بد عادت ہے

سرجیئس بڑی آن بان سے رینا کیطرف آگے آتا ہے۔ جب وہ میز کے قریب پہنچتے ہیں۔ تو وہ اس کی طرف مڑ کر گردن خم کرتی ہے۔ سرجیئس بھی جھک جاتا ہے۔ اور پھر دونوں علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ پر آجاتا ہے اور وہ اپنے باپ کی کرسی کے پیچھے جا کر کھڑی ہو جاتی ہے۔

رینا: (جھک کر اپنے باپ کو پیار کرتی ہے) پیارے ابا! (آپ کے گھر آنے پر) میں آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں)!

پیٹکوف: (اُس کے گال تھپ تھپا کر) میری پیاری بیٹی (وہ اُسے پیار کرتا ہے۔ اور وہ اُس کرسی پر جا کر بیٹھ جاتی ہے۔ جو نکولا، سرجیئس کیلئے لایا تھا)۔

: تو گویا اب تم سپاہی نہیں رہے سرجیئس؟

: جی ہاں! اب میں سپاہی نہیں ہوں۔ محترمہ! سپہ گری دراصل بزدلوں کا کام ہے کہ جب طاقتور ہوں، تو بے دردی سے حملہ کریں

اور جب کمزور ہوں، تو خطرے سے الگ ہٹے رہیں۔ کامیاب جنگجوئی کا یہی تو ایک راز ہے۔ کہ اپنے دشمن کو جب اپنے آپ سے کمزور اور خستہ حال پاؤ۔ تو لڑو۔ لیکن برابری کی صورت میں اُس سے کسی قیمت پر بھی لڑائی نہ کرو۔

پیشکوف: بصورتِ دیگر وہ ہمیں کبھی اچھے ڈھنگ سے جنگ کرنے کا موقعہ ہی کب دیں گے۔ تاہم میرا تو یہ خیال ہے۔ کہ سپہ گری بھی دوسرے پیشوں کی طرح ایک پیشہ ہے۔

مسز جینٹس: بالکل صحیح! لیکن مجھے بطورِ ایک پیشہ ور کے ترقی کرنے کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اس کپتان کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے جس نے ہیرات میں قیدیوں کے تبادلے کا مسئلہ طے کیا تھا۔ سپہ گری کو خیرباد کہہ دیا۔

پیشکوف: کون مسز جینٹس! وہ سوئس! میں تو جب سے برابر اُس تبادلے کے متعلق غور کرتا رہتا ہوں۔ وہ گھوڑوں سے بھی زیادہ تیز ہم سے آگے نکل گیا۔

مسز جینٹس: بے شک وہ آگے نکل گیا۔ اُس کے باپ کا ایک ہوٹل اور کرائے کا اصطبل تھا۔ اس کی ابتدائی تعلیم گھوڑوں کی خرید و فروخت ہی کی ممنون تھی۔ (مضحکہ خیز جوش سے) آہ۔ وہ ایک سپاہی تھا۔ اُس کا رواں رواں سپاہی تھا! کاش میں اپنی رجمنٹ کو اپنی حماقت سے خطرہ میں ڈالنے کی بجائے اُس سے صرف گھوڑے خریدتا

تو اب تک میں فنا ہو نا ۔ شل ہو جاتا !

کیتھرائن: سوئس ؟ وہ سربیائی فوج میں کیا کر رہا تھا ؟

پیٹکوف: وہ رضا کار تھا ۔ لیکن اسے اپنے پیشے میں مہارت حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا ۔ (بغلیں بجاتے ہوئے) اگر یہی غیر ملکی ہمیں نہ بتاتے ، کہ لڑائی کیسے کی جاتی ہے ۔ تو ہم لڑائی لڑ ہی نہیں سکتے تھے ہم لوگ فنون جنگ سے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے تھے ۔ اور نہ سربیائی جانتے تھے ۔ لہٰذا ۔ ان لوگوں کے بغیر جنگ ناممکن تھی ۔

رینا: کیا سربیائی فوج میں بہت سے سوئس افسر ہیں ؟

پیٹکوف: نہیں ۔ سارے افسر آسٹرین ہیں ۔ جیسے ہمارے یہاں سارے افسر روسی ہیں ۔ ان کی فوج میں مجھے تو بس یہی ایک سوئس ملا تھا ۔ اب میں کسی سوئس پر بھروسہ نہ کروں گا ۔ پچاس کار آزمودہ ... آدمیوں کے عوض اس نے دو سوختہ حال گھوڑے دے کر ہمارے ساتھ بڑا دھوکہ کیا ہے ۔ وہ گھوڑے تو کھانے کے بھی قابل نہ تھے ؛

سرجیئس: اس گھسے پٹے سپاہی کے ہاتھوں میں ہم تو دونوں بچے تھے میجر ! بالکل دو معصوم ننھے بچے ۔

رینا: اس کی شکل و شباہت کیسی تھی ؟

کیتھرائن: رینا ۔ تم کیسا احمقانہ سوال پوچھ رہی ہو ۔

سرجیئس: فوجی وردی میں کوئی تاجر سیاح معلوم ہو رہا تھا ۔ سر سے پاؤں

تک بورژوا!

پینکوف: (زہر خند کرکے) مسز جیٹس! ذرا کیتھرائن سے وہ طرفہ حکایت بیان کرنا۔ جو اُس کے دوست نے ہمیں سنائی تھی۔ کہ وہ کس طرح سلونٹزا کی جنگ کے بعد فرار ہوا تھا۔ تمہیں یاد ہے نا۔ دو عورتوں نے اسے کس طرح پناہ دی تھی۔

مسز جیٹس: (گہرے طنز سے) ہاں۔ وہ تو بالکل ایک رومان تھا۔ وہ شخص اُسی توپ خانے میں کام کرتا تھا۔ جس پر میں نے دھاوا بولا تھا۔ ایک مکمل سیانا سپاہی ہونے کی وجہ سے وہ بھی اپنے دوسرے سپاہیوں کی طرح بھاگ کھڑا ہوا۔ اور ہمارے سواروں کا رسالہ اُس کے تعاقب میں لگ گیا۔ اُن کی تلواروں سے بچنے کے لئے وہ ایک پانی کے نل کے ذریعے ایک بلغاریائی خاتون کے شب خوابی کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اور اس نوجوان خاتون کو اپنی چرب سے مسحور کرلیا۔ وہ بڑی منکسرالمزاجی سے گھنٹہ بھر یا اُس سے کچھ زیادہ دیر کے لئے اس کی خاطر مدارات کرتی رہی۔ اور پھر اپنی ماں کو بلا لائی۔ تاکہ اس کے کردار پر حرف زنی نہ کی جاسکے۔ مگر اس بڑی بی پر بھی اس کی باتوں کا جادو چل گیا۔ اور صبح کو ان لوگوں نے اس بھگوڑے کو گھر کے مالک کا جو اس وقت لڑائی میں گیا ہوا تھا پرانا کوٹ پہنا کر وہاں سے چلتا کردیا۔

رینا: (شاہانہ انداز میں اُٹھتے ہوئے) مسز جیٹس۔ فوج میں رہنے کی وجہ سے

تم میں کھرا پن پیدا ہوگیا ہے۔ میں نہیں جانتی تھی۔ کہ تم اس طرح کا کوئی واقعہ میرے سامنے دہراؤ گے (وہ سرد مہری کا سے منہ پھیر لیتی ہے)

کیتھرائن: (اُٹھتے ہوئے) وہ ٹھیک کہتی ہے، مسز جیس۔ بالفرض اگر دنیا میں ایسی عورتیں موجود بھی ہیں، جب بھی ہمارے سامنے ان کا ذکر کیا ضروری ہے۔

پیشکوف: اُونہہ۔ بیہودہ بات! اس سے فرق ہی کیا پڑتا ہے۔

مسز جیس: (شرمندہ ہوکر) نہیں پیشکوف، مَیں غلطی پر تھا........ (ریبنا سے بڑی ہوشیاری کے ساتھ) میں تم سے معافی چاہتا ہوں مَیں نے بہت ہی نازیبا حرکت کی ہے مجھے معاف کر دو ریبنا۔ (اس کے سامنے قدرے خمیدہ ہو جاتا ہے) اور آپ بھی (معاف کر دیجئے محترم خاتون۔ (کیتھرائن بھی وضعداری سے خمیدہ ہوتی ہے۔ دور بیٹھ جاتی ہے۔ وہ سنجیدگی سے دوبارہ ریبنا سے مخاطب ہوتا ہے) گذشتہ چند مہینوں میں زندگی کے تاریک پہلوؤں کو دیکھ کر میں کچھ سنکی ہوگیا ہوں۔ لیکن مجھے اپنے سنکی پن کا مظاہرہ یہاں کم از کم تمہاری موجودگی میں نہیں کرنا چاہئے تھا۔ ریبنا میں (اب دوسروں کی طرف مڑکر یہاں ایک لمبی چوڑی تقریر شروع کرنے ہی والا تھا۔ کہ میجر نے مداخلت کی)

پیشکوف: یہ کیا حماقت آمیز باتیں ہیں مسز جیس! ایک ذرا سی بات کا کافی بتنگڑ بن چکا ہے۔ ایک سپاہی کی لڑکی کو بغیر کسی جھجک کے

کبھی کبھی ایسی باتیں سُننے کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ (وہ اُٹھتا ہے) آؤ۔ اب کچھ کام کر ڈالیں۔ ہم کو یہ طے کرنا ہے۔ کہ اُن تین رجمنٹوں کو فلپوپولس کیسے واپس بھیجا جائے۔ صوفیہ کے راستے اُن کے گھوڑوں کے لئے چارہ وغیرہ نہیں ملیگا۔ (وہ گھر کی طرف جاتا ہے) میرے ساتھ آؤ۔ (مسٹر جیکس اُس کے پیچھے جانے ہی والا ہوتا ہے، کہ کیتھرائن اُٹھ کر دخل دیتی ہے)

کیتھرائن: پال! کیا تم مسٹر جیکس کو تھوڑی دیر کے لئے بھی نہیں چھوڑ سکتے؟ ویناے ابھی اس سے بات تک نہیں کی۔ ان رجمنٹوں کے معاملات طے کرنے میں شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔

مسٹر جیکس: (احتجاج کرتے ہوئے) محترم خاتون۔ یہ ناممکن ہے۔ آپ......

کیتھرائن: (شوخی سے اسے روکتے ہوئے) تم یہاں ٹھہرو، میرے پیارے مسٹر جیکس۔ ایسی جلدی کیا ہے۔ مجھے پال سے ایک دو باتیں کرنا ہیں۔ (مسٹر جیکس جھک کر بلا توقف پیچھے ہٹ جاتا ہے) ہاں۔ پیار سے پیٹکوف کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) آؤ۔ اور برقی گھنٹی دیکھو

: اوہ، ہاں! ضرور، ضرور!

وہ بڑی لگن اور شوق سے ایک ساتھ مکان کے اندر جاتے ہیں۔ مسٹر جیکس ریتا کے ساتھ اکیلا رہ جاتا ہے۔ اور اُس کی طرف بے قراری سے دیکھتا ہے۔ آہستہ ڈرتا ہے۔ کہ شاید وہ ابھی تک اس سے خفا ہے۔ وہ مسکرا کر اپنی بانہیں اس کی طرف پھیلا دیتی ہے۔

مسز جینس: (جلدی سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے) کیا تم نے مجھے معاف کر دیا؟

رینا: (اپنے دونوں اُس کے کندھوں پر رکھ کر تحسین اور تعظیم کی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی) میرے جانباز! میرے شہنشاہ!

مسز جینس: میری ملکہ! (وہ اُس کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہے)

رینا: مسز جینس! میں تم پر کس قدر رشک کرتی ہوں۔ تم نے دُنیا دیکھی ہے۔ میدانِ جنگ میں تم نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ تم دنیا کی ہر عورت کے لئے قابلِ رشک ہو۔ جبکہ میں یہاں گھر پہ بیکار بیٹھی محض خواب دیکھتی رہی اور میں نے ایسا کچھ بھی نہ کیا۔ جس سے مجھے بھی یہ حق پہنچتا کہ میں خود کو دُنیا میں کسی مرد کے قابل سمجھ سکوں۔

مسز جینس: مجھے جان و دل سے عزیز! میرے تمام کارناموں کا باعث تم ہی ہو۔ یہ سب تمہارا ہی فیض ہے۔ اور میں جنگ میں یوں شامل ہُوا جیسے کوئی نائٹ، کھیلوں کے مقابلہ میں جا رہا ہو۔ اور اُس کی محبوبہ اُسی کی جانب دیکھ رہی ہو!

رینا: اور مسز جینس! تم بھی کبھی ایک لمحے کے لئے میرے خیالوں سے دُور نہیں ہوئے ہو (بہت سنجیدگی سے) میں سمجھتی ہوں۔ کہ ہم دونوں کو ایک دوسرے سے حقیقی عشق ہے۔ اور جب میں تمہارے تصور میں ہوتی ہوں۔ تو میں یہ محسوس کرتی ہوں۔ کہ میں کسی برائی کی مرتکب نہیں ہو سکتی۔ حتیٰ کہ میں کوئی بُری بات سوچ تک نہیں سکتی۔

مسز جینس: میری جان، میری دیوی! (وہ اُسے تعظیم سے اپنے بازوؤں میں

بھینچ لیتا ہے)

رینا: (بغل گیر ہوتے ہوئے) میرے دیوتا، میرے ـــــ

مسز جینٹس: ش ش! میری جان۔ میں تمہارا پجاری ہوں۔ تم نہیں جانتی کہ دنیا کا بہترین آدمی بھی کسی لڑکی کے پاکیزہ جذبات کے مقابلے میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

رینا: مسز جینٹس، مجھے تم پر یقین ہے۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تم مجھے کبھی ناراض نہیں کرو گے۔ (لوقا گھر میں گاتی ہوئی سنائی دیتی ہے۔ وہ جلدی سے ایک دوسرے علیحدہ ہو جاتے ہیں) میں لوقا کے سامنے بھی تم سے بے تعلقی سے بات کرنے کا ڈھونگ نہیں رچا سکتی۔ کیونکہ میرا دل فرط محبت سے معمور ہے۔ (لوقا مکان کے اندر سے ٹرے لئے ہوئے آتی ہے۔ اور اُن کی طرف پیٹھ موڑ کر میز صاف کرنا شروع کرتی ہے) میں اپنا ہیٹ لے آؤں، پھر ہم دوپہر کے کھانے کا وقت ہونے تک باہر جا سکتے ہیں۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟

مسز جینٹس: جلدی آنا۔ تمہارے پانچ منٹ بھی مجھے پانچ گھنٹے محسوس ہونگے (رینا بھاگتی ہوئی زینہ پر چڑھ جاتی ہے۔ اُوپر پہنچ کر مڑ کر دیکھتی ہے۔ تاکہ اس سے نگاہیں چار کر سکے۔ اور پھر اُس کی طرف ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنی انگلیوں کو چومتی ہے وہ ایک لمحے کے لئے دنور جذبات سے اُسے دیکھتا ہے، پھر آہستہ سے دوسری طرف مڑتا ہے۔ اُس کا چہرہ ارفع جذبات کی شدت سے سرخ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف

مڑتا ہے۔ اُس کا چہرہ ارفع جذبات کی شدّت سے سُرخ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف ہٹتے ہی اُس نظر کونے میں لوتا اے دوسرے بیش بیند پر پڑتی ہے۔ اور اُس کی توجہ فوراً اُس کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ وہ اُسے دزدیدہ نظروں سے دیکھتا ہے۔ اور اپنی مونچھوں کو شرارت سے بل دینا شروع کرتا ہے۔ وہ اپنا بایاں ہاتھ اپنے کولھے پر رکھے ہوئے ہے۔ آخرکار فوجی سوار کی طرح تحکمانہ انداز میں زمین پر زور سے اپنی ایڑیاں مارتے ہوئے میز کی دوسری طرف لوقا کے بالمقابل جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ لوقا! تم جانتی ہو کہ عشق حقیقی کسے کہتے ہیں؛

لوقا: (متعجب ہو کر) نہیں۔ جناب۔

مسز جیمس: لوقا۔ کچھ عرصے کے بعد عشق حقیقی تھکا دیتا ہے۔ اور اس کے بعد قدرے آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

لوقا: (معصومیت سے) جناب، شاید آپ کچھ کافی پینا چاہتے ہیں۔ (کافی کی کیتلی اُٹھانے کے لئے اپنا ہاتھ میز کی طرف بڑھاتی ہے)

مسز جیمس: (اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) شکریہ۔ لوقا!

لوقا: (جیسے ہاتھ کو کھینچ رہی ہو) نہیں جناب۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ مجھے آپ پر تعجب ہو رہا ہے۔

مسز جیمس: (میز سے الگ ہٹ کر، اُسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے) مجھے خود اپنے آپ پر تعجب ہو رہا ہے لوقا۔ اگر سلونٹزا کا جانباز مسز جیمس اس وقت

مجھے دیکھ لے تو کیا کہے گا؟ "حقیقی محبت" کا داعی) سرجیئس، مجھے
اس وقت دیکھ لے، تو کیا کہے گا، اگر نصف درجن سرجیئس جو میرے
اس خوبصورت جسم کو ہدفِ نگاہ بناتے رہتے ہیں۔ اگر ہم کو اس
طرح دیکھ لیں۔ تو کیا کہیں گے؟ (اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے لیکن
بڑی مشاقی سے اپنا ہاتھ اس کی کمر کے گرد لپیٹتے ہوئے) لوقا، کیا
تم مجھ کو خوبرو سمجھتی ہو؟

لوقا: مجھے جانے دیجئے حضور۔ میری رسوائی ہوگی۔ (وہ چھڑانے کی کوشش
کرتی ہے لیکن وہ اسے مضبوطی سے پکڑے ہوئے) کیا آپ مجھے جانے
نہیں دیں گے؟

سرجیئس: (اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر) نہیں۔

لوقا: تو پھر پیچھے کھڑے ہو جئے۔ جہاں ہم کو کوئی دیکھ نہ سکے۔

سرجیئس: ہاں، یہ بات تو تم نے معقول کہی ہے (وہ اسے اصطبل کے پھاٹک
کی طرف لے کر چلا جاتا ہے۔ جہاں وہ لوگ مکان سے اوجھل ہو جاتے
ہیں۔

لوقا: (شکایت آمیز لہجے میں) شاید کھڑکی سے مجھے دیکھ لیا ہوگا جس رینا
ضرور تم کو چھپ کر دیکھ رہی ہوگی۔

سرجیئس: (برا مان کر اسے چھوڑ دیتا ہے) خبردار لوقا، اگر میں عشق حقیقی سے
بے وفائی کر رہا ہوں تو اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ تم اس کی توہین کرو۔

لوقا: (شرمگیں انداز میں) نہیں۔ چاہے دنیا بدل جائے حضور میں آپ کو

یقین دلاتی ہوں۔ اچھا مہربانی کرکے مجھے اب اپنے کام پر جانے دیجئے

مسز جیمس: دوبارہ اپنے بازو اس کے گرد حمائل کرتے ہوئے) لوقا۔ چھوٹی سی ساحرہ۔ تم بڑی شریر ہو۔ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہوتی۔ تو کیا تم بھی اسی طرح کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھتیں کہ میں کیا کر رہا ہوں

لوقا: دیکھئے جناب۔ جیسا کہ آپ نے کہا۔ کہ آپ بیک وقت کوئی نصف درجن شخصیتوں کے مالک ہیں (ظاہر ہے کہ) اس بنا پر مجھے آپ کی کافی نگرانی کرنی پڑتی۔

مسز جیمس: (محظوظ ہو کر) جتنی خوبصورت اتنی ہی بذلہ سنج بھی۔ (وہ اسے پیار کرنے کی کوشش کرتا ہے)

لوقا: (اس سے بچتے ہوئے) نہیں، مجھے آپ کے بوسوں کی ضرورت نہیں۔ سبھی شرفاء ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ آپ مس رینا کی پیٹھ پیچھے مجھ سے محبت جتا رہے ہیں۔ اور وہ بالکل یہی کچھ آپ کی غیر موجودگی میں کرتی ہے۔

مسز جیمس: (ایک قدم پیچھے ہٹ کر) لوقا!

لوقا: اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کو اس کی کتنی پرواہ ہے۔

مسز جیمس: (بے تکلفی کو چھوڑ کر سرد لیکن ملائم لہجے میں) لوقا، اگر تم نے مجھ سے بات کرنا ہے۔ تو یہ بات یاد رکھو۔ کہ کوئی بھی شریف آدمی اپنی منگیتر کے چال چلن کے بارے میں اس کی خادمہ سے گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھتا

لوقا: لیکن یہ جاننا بہت مشکل ہے کہ ایک شریف آدمی کسے اچھا سمجھتا ہے

جب آپ نے مجھے پیار کرنے کی کوشش کی۔ تو میں سمجھی۔ کہ شاید اب
آپ ان باتوں کا بُرا نہ مانتے ہوں۔

مسز جینیس: (اُس کی طرف سے پیٹھ موڑ کر۔ جب وُہ پھاٹک سے باغ میں آتا
ہے۔ تو اپنا سر پیٹ لیتا ہے) شیطان! شیطان!

لوفا: ہاہا ــــــــ!! میرا خیال ہے۔ کہ آپ کی نصف درجن شخصیتوں
میں سے ایک ضرور بالکل میری ہی جیسی ہے۔ حالانکہ میں صرف اس کی بیٹا
کی خادمہ ہوں۔ (وُہ دو بارہ میز پر اپنے کاموں میں لگ جاتی ہے اور
اس کی طرف مطلق نہیں دیکھتی)

مسز جینیس: (خود سے باتیں کرتے ہوئے) لیکن ان چھ میں سے اصلی آدمی
کون ہے! اس سوال نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ اُن میں سے
ایک تو جانباز ہے، دوسرا مسخرا، تیسرا دھوکے باز، چوتھا تیا بدمعا
ہے۔ پانچواں (وُہ ٹھہر کر، دز دیدہ نظروں سے لوفا کی طرف دیکھتا
ہے۔ اور گہری تلخی سے کہتا ہے) اور پانچواں اگر کچھ نہیں تو بُزدل
ضرور ہے اور حاسد، جیسے تمام بُزدل ہوتے ہیں۔ (وُہ میز کے
پاس جاتا ہے)

لوفا: کہئے؛

مسز جینیس: میرا رقیب کون ہے؟

لوفا: یہ آپ مجھ سے نہ اُگلوا سکیں گے۔ نہ محبت سے، نہ روپیہ سے۔

مسز جینیس: کیوں؟

لوقا: کیوں کی وجہ نہ پوچھئے۔ آپ تو یہ کہہ دیں گے۔ کہ یہ بات میں نے آپ کو بتائی ہے۔ لیکن مجھے نوکری سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

مسز جینیس: (اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کر یقین دلانے کے انداز میں) نہیں! ایک عزت دار آدمی اردہ کہتے کہتے رک جاتا ہے اور اس کا ہاتھ نیچے گر جاتا ہے) گذشتہ پانچ منٹ سے تم میرا رویہ دیکھ رہی ہو۔ کیا اس کے باوجود تم مجھ پر یقین نہیں کر سکتی ہو۔ بتاؤ۔ وہ کون ہے؟

لوقا: میں نہیں جانتی۔ میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے تو صرف رینا کے کمرے کے دروازے کے پیچھے سے اُس کی آواز سنی۔

مسز جینیس: کم بخت! تمہاری یہ جرأت؟

لوقا: (پیچھے ہٹتے ہوئے) اوہ۔ میرا مطلب کسی کو نقصان پہنچانا نہیں تھا آپ کو میرے الفاظ سے یہ معنی نہیں نکالنے چاہئیں۔ بیگم صاحبہ کو اُس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔ اور میں آپ سے کہے دیتی ہوں۔ اگر کبھی وہ صاحب دوبارہ یہاں آگئے۔ تو مس رینا اُس سے ضرور شادی کرینگی چاہے وہ آدمی اُسے پسند کرتا ہو یا نہیں۔ اب مجھے آپ دونوں کے تعلقات کی اصلیت کا علم ہے اور آپ اور وہ جس طرح ایک دوسرے کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ میں اُن کے فرق کو بھی خوب سمجھتی ہوں۔

مسز جینیس اس طرح کانپ اُٹھتا ہے۔ جیسے لوقا نے اس کے خنجر بھونک دیا ہو۔ پھر اپنے چہرے پر سختی پیدا کرکے۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا

ہیبتناک طور پہ اُس کی طرف بڑھتا ہے۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اُسے کہنیوں سے اُوپر پکڑ لیتا ہے۔

مسز جینس: ذرا اب میری بات سنو۔

لوقا: (جھرجھری لیتے ہوئے) اتنی سختی سے نہ پکڑیئے۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔

مسز جینس: کوئی پرواہ نہیں۔ تم نے چوری چھپے باتیں سُن سُن کر نہ صرف میری عزت پہ دھبہ لگایا ہے۔ بلکہ اپنی مالکن کو بھی دھوکا دیا ہے

لوقا: (چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے) جناب ــــ

مسز جینس: صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ تو کتنی گندی مٹی سے بنی ہے۔ تیری روح، بالکل نوکروں کی طرح ذلیل ہے (وہ اُسے یوں چھوڑ دیتا ہے۔ جیسے وہ کوئی ناپاک شئے ہو۔ اور اُس سے اپنے ہاتھ جھاڑتا ہوا، وہ میری طرف مڑ کر دیوار سے لگی ہوئی بنچ پر جا کر بیٹھ جاتا ہے اور سر جھکائے افسردہ و ملول کچھ سوچتا رہتا ہے)

لوقا: (اپنے بازوؤں میں تکلیف محسوس کرتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ غصہ سے لبریز ہوتی ہے) تمہیں اپنی باتوں اور ہاتھوں سے کسی کو زخمی کرنا خوب آتا ہے۔ لیکن میں اس کی پرواہ نہیں کرتی۔ کیونکہ اب مجھے بھی یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ میں چاہے جس مٹی کی بنی ہوں، تمہارا خمیر بھی اسی سے بنایا گیا ہے۔ اور رہنا، وہ تو پرلے درجے کی جھوٹی ہے۔ اُس کی ساری نفاست پسندی محض فریب ہے۔ اور میں بھی اُس جیسی چھ

عورتوں سے بہتر ہوں۔ (وہ زور سے اپنے بازو کو سہلاتی ہے اور سر کو جھٹک کر ٹرے میں چیزوں کو رکھتے ہوئے پھر سے اپنے کام میں مشغول ہو جاتی ہے)

وہ اس کی طرف مشکوک نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ وہ ٹرے میں برتن رکھ کر اُن کے کناروں پر کپڑا ڈھانک دیتی ہے۔ تاکہ تمام چیزوں کو ایک ساتھ لے جائے۔ جب وہ ٹرے اُٹھانے کے لئے جھکتی ہے۔ تو مسٹر جینیس اُٹھتا ہے۔

مسٹر جینیس: لوقا! (وہ ٹھہر کر اس کی طرف باغیانہ انداز سے دیکھتی ہے) ایک شریف آدمی کو کسی طرح یہ حق نہیں پہنچتا، کہ وہ کسی عورت کو صدمہ پہنچائے (بڑے عجز و انکسار سے اپنی ٹوپی اُتارتے ہوئے) میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔

لوقا: اس قسم کی معذرت تو کسی خاتون ہی کو مطمئن کر سکتی ہے۔ ایک خادمہ کو اس سے کیا فائدہ ہوگا؟

مسٹر جینیس: (اپنے اس التماس پر چوٹ کھا کر، تلخی سے ہنس دیتا ہے۔ اور حقارت سے کہتا ہے۔) اچھا تو تم اپنی اس تکلیف کا معاوضہ چاہتی ہو (وہ اپنی شاکو (فوجی ٹوپی) پہنتا ہے۔ اور اپنی جیب سے کچھ رقم نکالتا ہے)

لوقا: (کوشش کے باوجود اس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں) نہیں۔ میں اپنے زخموں کا اندمال چاہتی ہوں۔

مسز جیمس: (اس کے لہجے سے سنجیدہ ہو کر) کس طرح؟

وہ اپنی بائیں آستین اوپر چڑھاتی ہے۔ اور اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگلیوں سے اپنے دائیں بازو کو پکڑ کر اپنی خراشوں کو دیکھتی ہے پھر وہ اپنا سر اٹھا کر اس کی طرف آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی ہے۔ اور پھر ایک عجیب جنبش کے ساتھ وہ اپنا بازو بوسہ کے لئے پیش کر دیتی ہے۔ وہ متعجب ہو کر پہلے اس کی طرف، پھر اس کے بازو کی طرف، اور ایک بار پھر اس کی طرف دیکھتا ہے، جھجکتا ہے۔ اور پھر بے حد جذباتی انداز میں کہتا ہے۔ کبھی نہیں! اور جس قدر ممکن ہو سکتا ہے۔ اس سے دور ہٹ جاتا ہے۔

لوتا کا بازو نیچے گر جاتا ہے۔ وہ نہ تو منہ سے کچھ بولتی ہے۔ اور نہ چہرے پر کوئی تاثر ظاہر کرتی ہے۔ بلکہ خاموشی سے اپنا ٹرے اٹھا لیتی ہے۔ وہ مکان کے اندر داخل ہو رہی ہوتی ہے۔ کہ ریتا گذشتہ ۱۸۸۵ء کی دیانا نیشن کی ٹوپی اور جاکٹ پہنے ہوئے برآمد ہوتی ہے۔ لوتا متکبرانہ انداز میں اس کو راستہ دے دیتی ہے۔ اور پھر مکان میں چلی جاتی ہے۔

ریتا: میں تیار ہوں۔ کیا معاملہ ہے؟ (مزاحاً) تم لوتا سے عشق تو نہیں کر رہے تھے؟

مسز جیمس: (جلدی سے) نہیں — نہیں — تم نے یہ بات سوچی بھی کیسے؟

ریتا: (اپنی بات پر شرمندہ ہوتے ہوئے) پیارے! مجھے معاف کر دو۔ میں تو صرف مذاق کر رہی تھی۔ آج میں بہت خوش ہوں۔

وہ تیزی سے اس کے پاس جاتا ہے۔ تاسف سے اس کے ہاتھ کا

بوسہ لیتا ہے۔ اتنے میں کیتھرائن باہر آجاتی ہے۔ اور پہلے زینے پر سے اُنہیں پکارتی ہے۔

کیتھرائن، (اُن کی طرف آتے ہوئے) بچو! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری دلچسپیوں میں مخل ہو رہی ہوں۔ لیکن پال اُن تین رجمنٹوں کے قصے میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ اُنہیں فلپ پولیس کس طرح بھیجا جائے۔ وہ میری ہر رائے پر اعتراض کرتے ہیں۔ سرجینس۔ تم جا کر ذرا اُن کی مدد کرو۔ وہ اس وقت لائبریری میں ہیں۔

ریٹا: (مایوس ہو کر) لیکن اب اس وقت تو ہم لوگ ذرا باہر سیر کے لئے جا رہے ہیں۔

سرجینس: میں وہاں زیادہ دیر نہیں لگاؤنگا۔ صرف پانچ منٹ کے لئے میرا انتظار کرلو۔ (وہ بھاگ کر دروازے کی طرف جاتا ہے)

ریٹا: (ناز و ادا سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی سیڑھیوں کے نیچے تک اس کے پیچھے جاتی ہے) میں اس طرف لائبریری کی کھڑکیوں کے سامنے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ لیکن اتنا خیال رکھو۔ کہ اگر تم نے پانچ منٹ سے ایک لمحہ کی بھی دیر کی۔ تو میں اندر جاکر تمہیں کھینچ لاؤنگی۔ پھر رجمنٹ وجمنٹ میں کچھ نہیں جانتی۔

سرجینس: (ہنستے ہوئے) بہت اچھا۔ (وہ اندر چلا جاتا ہے۔)

ریٹا اُس وقت تک اُس کی طرف دیکھتی رہتی ہے۔ جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوجاتا۔ پھر وہ اپنے ہاتھ پیروں کو ڈھیلا کرکے خیالوں میں

مستغرق، باغ میں ادھر اُدھر ٹہلنے لگتی ہے۔

کیتھرائن: ذرا خیال تو کرو! اُس سونس سے پورا قصہ سن کر ان لوگوں نے کیا سوچا ہوگا! اور تو اور سب سے پہلا سوال جو تمہارے والد نے کیا وُہ اس پرانے کوٹ کے متعلق تھا۔ جسے پہنا کر ہم نے اُسے بھگایا تھا۔ تم نے مجھے بڑی مصیبت میں پھنسا دیا۔

ربینا: (ٹہلتے وقت گھاس پر نظریں جمائے اس سنگین صورت سے فکر مند ہو کر) جنگلی گھیس کا۔

کیتھرائن: جنگلی گھیر کا! کیا جنگلی گھیس کا؟

ربینا: اور نہیں تو کیا۔ اسے یہ بات کہنا تھی؟ اگر وہ اس وقت یہاں مجھے مل جاتا۔ تو میں اس کے منہ میں اتنے چاکلیٹ کریم ٹھونس دیتی۔ کہ پھر وُہ کبھی بول ہی نہ سکتا۔

کیتھرائن: ربینا! ایسی بیہودہ باتیں نہ کرو۔ مجھے ایمانداری سے بتاؤ۔ کہ جب تم نے مجھے آکر بتایا ہے۔ اس سے کتنی دیر پہلے سے وُہ تمہارے کمرے میں تھا؟

ربینا: (نکلفت دوسری طرف مڑ کر چلتے ہوئے) مجھے یاد نہیں رہا۔

کیتھرائن: تم یہ بات کیسے بھول سکتی ہو۔ کیا سچ مچ جب سپاہی چلے گئے تھے تب وُہ اُوپر چڑھا تھا، یا جب وہ افسر کمرے کی تلاشی لے رہا تھا۔ اس وقت وہ کمرے میں موجود تھا۔

ربینا: نہیں — ہاں — میرا خیال ہے۔ کہ شاید وہ اس وقت وہاں موجو

تھا۔

کیتھرائن: تمہارا خیال ہے ربنا! ارے ربنا! کبھی تم راہِ راست پر بھی آؤگی

اگر مسز جینس یہ بات جان لے، تو پھر تمہارا معاملہ ہو چکا!

ربنا: (گستاخی اور بے پروائی سے) اور ——— میں جانتی ہوں۔ مسز جینس آپ کو بہت پسند ہے۔ کبھی کبھی تو میں سوچتی ہوں۔ کہ میری بجائے آپ کی شادی اُس کے ساتھ ہو جائے۔ تو کیا خوب رہے۔ آپ اُس کے لئے موزوں رہینگی۔ آپ اُسے اتنا پیار کریں گی۔ کہ وہ طفل برباد ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر آپ اُس کو ماں کی طرح سنوار دیں گی۔

کیتھرائن: (دیدے پھاڑتے ہوئے) لیکن میں کہتی ہوں ———

ربنا: (جیسے خود سے کہہ رہی ہو) میں ہر دم یہ خواہش محسوس کرتی ہوں کہ میں اس سے کوئی ایسی بات کہوں یا ایسی خطرناک حرکت کروں، جس سے اس کی خودداری کو ٹھیس لگے ——— اور اُس کی پانچوں حسیات ناکارہ ہو جائیں (کیتھرائن کی طرف ڈھیٹ پن سے -) مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ کہ اسے چاکلیٹ کریم سپاہی کے بارے میں کچھ معلوم ہو جاتا ہے کہ نہیں۔ بلکہ میں تو چاہتی ہوں کہ اسے معلوم ہو جائے تو اچھا ہے (وہ دوبارہ مڑ کر۔ اور مکان کے دوسرے گوشے تک ٹہلتی چلی جاتی ہے)

کیتھرائن: لیکن خدا کے لئے بتاؤ کہ میں تمہارے والد کو کیا جواب دوں،

ربنا: (اوپر کے دو زینوں پر سے اُس کے کندھے پر جھک کر) اوہ اچھا پاپا

ابا! جیسے وہ بڑے مالک و مختار ہیں۔ (وہ مکان کے گوشے سے مڑ کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے)

کیتھرائن: (اس کی طرف دیکھتے ہوئے اور انگلیاں کھجاتے ہوئے) اوہ — اگر تم صرف دس سال کی بچی ہوتیں نا! (لوقا گھر میں سے ایک طشتری لے کر آتی ہے اور جس میں ملاقاتیوں کے کارڈ رکھے ہوتے ہیں۔) کیا ہے — ؟

لوقا: بیگم صاحبہ! ایک صاحب ابھی ابھی آئے ہیں۔ کوئی سربیائی افسر معلوم ہوتے ہیں۔

کیتھرائن: (بھڑک کر) کیا سرب! اس کی اتنی ہمت —— (خود کو روکتے ہوئے) اوہ —— میں بالکل بھول گئی۔ اب تو ہم میں صلح ہو چکی ہے میرا خیال ہے کہ اب وہ لوگ آئے دن آداب بجا لانے کے لئے آتے رہیں گے۔ لیکن اگر وہ کوئی افسر ہے۔ تو تم نے اپنے آقا کو اس کی اطلاع کیوں نہیں کی۔ وہ ابھی میجر سارانوف کے ساتھ مائبریری میں ہیں۔ تم میرے پاس کیوں چلی آئیں؟

لوقا: لیکن بیگم صاحبہ! وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے، میرا خیال ہے کہ اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ کون ہیں؟ اس نے صرف گھر کی مالکن سے ملنے کے لئے کہا ہے۔ اور مجھے یہ چھوٹا سا پرزہ آپ کو دینے کے لئے کہا ہے۔ (وہ اپنے سینے سے ایک کارڈ نکال کر طشتری میں رکھتی ہے۔ اور کیتھرائن کو پیش کرتی ہے)

کیتھرائن: (پڑھتے ہوئے) "کپتان ملنٹشی"؟ یہ تو کوئی جرمن نام معلوم
ہوتا ہے۔
لوقا: بیگم صاحبہ! میرا خیال ہے کہ یہ سوئس نام ہے!
کیتھرائن: (اتنے زور سے ابھرکتی ہے کہ لوقا بھی اچک کر پیچھے ہٹ جاتی
ہے) سوئس! اُس کا حلیہ کیا ہے؟
لوقا: (سنگین انداز میں) بیگم صاحبہ! اُس کے پاس ایک بڑا تھیلا ہے!
کیتھرائن: اوہ۔ خدایا اوہ، کوٹ واپس کرنے آیا ہوگا۔ اس کو بھگاؤ۔ اُس
سے کہہ دو۔ کہ ہم لوگ گھر پر نہیں ہیں۔ اور یہ کہو۔ کہ وہ اپنا پتہ چھوڑ جائے
میں اس کو خط لکھ دوں گی۔ اچھا۔ ٹھہرو۔ اس سے کام نہیں چلے گا۔
ٹھہرو۔ (وہ اس گتھی کو سلجھانے کے لئے خود کو ایک کرسی پر گرا دیتی ہے
لوقا انتظار کرتی ہے) تمہارے آقا اور میجر سارانوف لائبریری میں
مشغول ہیں۔ ہیں نا؟
لوقا: جی بیگم صاحبہ!
کیتھرائن: (فیصلہ کن انداز میں) اُن صاحب کو فوراً یہاں لے آؤ (تاکید
کے ساتھ) اور اُس کے ساتھ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آنا۔ دیکھو
دیر مت کرنا۔ یہاں آؤ۔ (بیقراری سے مشتری چھینتے ہوئے) اسے
یہاں چھوڑ دو۔ اور سیدھی اُس کے پاس جاؤ۔
لوقا: بہت اچھا، بیگم صاحبہ۔ (جاتی ہے)
کیتھرائن: لوقا!

لوقا: (ٹھہرتے ہوئے) جی، بیگم صاحبہ!

کیتھرائن: کیا لائبریری کا دروازہ بند رہے؟

لوقا: شاید بند ہی ہوگا بیگم صاحبہ!

کیتھرائن: اگر نہ ہو، تو وہاں سے گذرتے وقت بند کرتی جانا۔

لوقا: بہت اچھا بیگم صاحبہ (جاتی ہے)۔

کیتھرائن: ٹھہر۔ (لوقا ٹھہر جاتی ہے) اُس کو اُس راستے سے لے آنا۔

(اصطبل کے پھاٹک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) نکولا سے کہو کہ وہ اُس کا تھیلا بعد میں لائے۔ بھولنا مت۔

لوقا: (متعجب ہو کر) اُس کا تھیلا؟

کیتھرائن: ہاں — اُسے بھی — جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ (سختی سے) جلدی کرو! (لوقا دوڑ کر گھر کے اندر جاتی ہے۔ کیتھرائن اپنا پیش بند اتار کر جھاڑی کے پیچھے پھینک دیتی ہے پھر وہ طشتری اٹھاتی ہے اور آئینے کے طور پر اُس میں دیکھتی ہے، تو پتہ چلتا ہے کہ جو رومال اُس کے سر پر بندھا ہوا تھا وہ بھی پیش بند کے ساتھ نکل گیا۔ اپنے بالوں کو سنوارتی ہے۔ اور اپنے ڈریسنگ گاؤن کو ٹھیک کر کے وہ اُس کے سامنے جانے کے قابل ہو جاتی ہے) اوہ۔ کیسے؟ — کیسے؟ — — کیسے۔ ایک آدمی اتنا بھی بیوقوف ہو سکتا ہے! اُسے بھی اسی موقع پر آنا تھا! (لوقا مکان کے دروازے پر کپتان بلنٹ شلی کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے نمودار ہوتی ہے۔ وہ زینے کے اوپر

- ایک طرف کھڑی ہو جاتی ہے۔ تاکہ اُس کے واپس اندر جانے سے پہلے کپتان گذ جائے۔ یہ وہی شخص ہے۔ جو آدھی رات کے وقت ربینا کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اگر اس وقت وہ صاف ستھرا اور وردی میں خوبصورتی سے ملبوس ہے۔ اور اسے کوئی خطرہ لاحق نہیں لیکن بلاشبہ وہی شخص معلوم ہوتا ہے۔ جونہی لوتا مڑتی ہے۔ کیتھرائن اس پر پُرجوش انداز میں جھپٹتی ہے۔ جس میں خوشامد اور تاکید کی التجا ہے)
کپتان بلنٹ شلی! مجھے تم سے ملکر بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ لیکن تم فوراً ہی یہ گھر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ (وہ اپنی بھوئیں چڑھاتا ہے) میرا شوہر ابھی میرے ہونے والے داماد کے ساتھ واپس آیا ہے۔ اور وہ ان حالات سے ناواقف ہے۔ اگر ان کو معلوم ہو گیا۔ تو نتیجہ بہت برا ہو گا۔ تم ایک غیر ملکی ہو۔ تم کو ہماری قومی عداوت کا اندازہ نہیں۔ ہم ابھی تک سربیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اس صلح کا اثر میرے شوہر پر بالکل وہی ہوا ہے۔ جو اس شیر پر ہوتا ہے۔ جس کے پنجہ سے شکار نکل گیا ہو۔ اگر ان کو ہمارا راز معلوم ہو گیا تو وہ مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے۔ اور میری لڑکی کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس لئے اس سے پہلے کہ وہ تمہیں یہاں دیکھ لیں۔ ؟ تم ایک بہادر سپاہی کی طرح (جو کہ تم ہو) فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔

بلنٹ شلی: (مایوس ہو کر لیکن فلسفیانہ انداز میں) ابھی جاتا ہوں۔ نیک دل خاتون۔ میں تو صرف آپ کا شکریہ ادا کرنے اور اس کوٹ کو واپس کرنے

آتا تھا جو آپ نے مجھے دیا تھا۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو جاتے جاتے
میں اُسے اپنے تھیلے سے نکال کر آپ کی خادمہ کے حوالے کرتا جاؤں
میں آپ کا وقت بالکل ضائع نہیں کرنا چاہتا (وہ مکان کے اندر جانے
کے لئے مڑتا ہے)

کیتھرائن: (اُس کی آستین پکڑ کر) اوہ۔ تمہیں اُس راستے سے واپس نہیں جانا
چاہیئے۔ (اصطبل کے پھاٹک کی طرف سے جانے کی خوشامد کرتے
ہوئے) باہر جانے کے لئے یہ مختصر ترین راستہ ہے۔ بہت بہت
شکریہ۔ ہمیں اس کی بڑی خوشی ہے کہ ہم تمہارے کسی کام آسکے۔ خدا
حافظ—

بلنٹ شلی: لیکن میرا تھیلا؟

کیتھرائن: میں روانہ کردوں گی۔ تم اپنا پتہ میرے پاس چھوڑ جاؤ۔

بلنٹ شلی: بیشک ہے۔ مجھے اجازت دیجئے (وہ اپنا کارڈ کیس نکالتا
ہے اور رک کر اپنا پتہ لکھتا ہے۔ اور کیتھرائن بے چینی سے سخت
ضیق میں ہے۔ جب وہ کارڈ اُس کے ہاتھ میں دیتا ہے پیٹکوف
ہیٹ پہنے بغیر مہمان نوازی کی گھبراہٹ میں مکان سے بھاگتا ہوا
آتا ہے۔ اُس کے پیچھے پیچھے سرجیئس بھی)

پیٹکوف: (سیڑھیوں سے تیزی سے اُترتے ہوئے) میرے پیارے کپتان
بلنٹ شلی—

(اوہ خدایا! (وہ دیوار سے لگی ہوئی کرسی میں دھنس جاتی ہے)

پینٹگونٹ: (چونکہ گرم جوشی سے مصافحہ کرنے میں مصروف تھا، اس لئے کینھمرائن کو نہ دیکھ سکا) یہ ملازم کتنے بیوقوف ہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ میں یہاں نہیں تھا بلکہ لائبریری کا تذکرہ فخر کے بغیر کر ہی سکتا) میں نے تمہیں کھڑکی سے دیکھا تو مجھے تعجب ہو رہا تھا۔ کہ تم اندر کیوں نہیں آئے۔ سارا نونٹ بھی میرے ساتھ ہے۔ تم کو یاد ہے نا۔ کہ بھول گئے۔

مسز جیلس: (خوش مزاجی سے سلام کرتے ہوئے، اور پھر اپنا ہاتھ بڑے سہانے انداز میں آگے بڑھاتے ہوئے) خوش آمدید، ہمارے دشمن دوست!

پینٹگونٹ: خوش قسمتی سے اب یہ دشمن نہیں ہیں (کچھ بے چینی سے) مجھے امید ہے۔ کہ تم اب ایک دوست کی حیثیت سے ملنے آئے ہو.... گھوڑوں یا قیدیوں کے متعلق بات چیت کے لئے نہیں۔

کیتھرائن: بالکل ایک دوست کی طرح پال۔ میں ابھی کپتان بلنٹ شلی سے کہہ رہی تھی کہ وہ دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں۔ لیکن یہ کہتے ہیں۔ کہ ان کو فوراً ہی یہاں سے جانا ہے۔

مسز جیلس: (مصنوعی ہنسی سے) ناممکن بلنٹ شلی۔ ہمیں یہاں تمہاری بڑی سخت ضرورت ہے۔ ہمیں تو تین رجمنٹوں کو فلیپوپولس بھیجنا ہے۔ اور ہم کو مطلق علم نہیں۔ کہ یہ سب کس طرح کریں۔

: (ایک دم متوجہ ہو کر کاروباری انداز میں) فلپوپولس ؟ میرا خیال ہے کہ چارے کی دقت ہوگی۔

پیشکوف: (بے صبری کا سے) ہاں۔ ہاں یہی بات ہے۔ (سرجیئس سے) یہ تو ایک ہی نظر میں سب کچھ تاڑ لیتا ہے۔

بلنٹشلی: میرا خیال ہے۔ کہ میں آپ کو یہ بتا سکوں گا۔ کہ اس کا کیا بندوبست کیا جائے۔

سرجیئس: بھئی بڑے انمول آدمی ہو! میرے ساتھ آؤ! (آگے کر بلنٹشلی کے کندھوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے۔ اور اُسے سیڑھیوں کی طرف لے جاتا ہے۔ پیٹکوف بھی اُس کے پیچھے جاتا ہے)

جیسے ہی بلنٹشلی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتا ہے رینا مکان کے اندر سے برآمد ہوتی ہے۔

رینا: اوہ! چاکلیٹ کریم سپاہی!

بلنٹشلی اپنی جگہ پر کھڑا رہ جاتا ہے۔ سرجیئس متعجب ہوکر رینا کی طرف دیکھتا ہے۔ پھر پیٹکوف کی طرف۔ پیٹکوف بھی پہلے اُس کی طرف اور پھر اپنی بیوی کی طرف دیکھتا ہے۔

کیتھرائن: (حاضر دماغی کا مظاہرہ کرتے ہوئے) میری پیاری رینا۔ کیا تم یہ بھی نہیں دیکھتی ہو۔ کہ کوئی مہمان ہمارے یہاں آئے ہوئے ہیں آپ ہیں کپتان بلنٹشلی ہمارے نئے سربیائی دوست!

رینا سر جھکا کر سلام کرتی ہے۔ بلنٹشلی بھی آداب بجالاتا ہے۔

: میں بھی کتنی احمق ہوں! (وہ لوگوں کے درمیان بلنٹشلی اور پیٹکوف کے بیچ میں آجاتی ہے) میں نے آج صبح آئس پڈنگ کے لئے ایک

خوبصورت کھلونا تیار کیا تھا۔ لیکن اس بیوقوف نکولا نے اس پر پلیٹیں ڈھیر کر دیں۔ جس سے وہ بالکل برباد ہو گیا۔ (فاتحانہ انداز میں، ملبنٹ شیلی سے) کپتان ملبنٹ شیلی۔ مجھے امید ہے۔ کہ آپ نے خود کو چاکلیٹ کریم سپاہی نہیں سمجھا ہوگا۔

ملبنٹ شیلی: (ہنستے ہوئے) میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں نے یہی سمجھا تھا (اُس کی طرف دزدیدہ نظر ڈالتے ہوئے) لیکن آپ کی دعوت سے مجھے اطمینان ہو گیا)

پیٹکوف: (ریناکی طرف مشکوک نظروں سے) لیکن یہ کھانا پکانا تم نے کب سے شروع کر دیا؛

: اوہ۔ جب تم باہر گئے ہوئے تھے۔ یہ تو اس کا تازہ ترین شوق ہے۔

: اور نکولا کیا شراب پینے لگا ہے۔ پہلے تو کافی محتاط رہتا تھا پہلی حرکت تو اس نے یہ کی کہ کپتان ملبنٹ شلی کو وہ یہاں لے آیا۔ حالانکہ اسے اچھی طرح علم تھا۔ کہ میں لائبریری میں ہوں۔ پھر اس نے نیچے جاکر ریناکا چاکلیٹ سپاہی توڑ ڈالا۔ یہ ضرور پیتا ہوگا۔ (نکولا تھیلا لئے ہوئے سب سے اُوپر کی سیڑھی پر نمودار ہوتا ہے۔ اور نیچے اُتر کر بہت ہی ادب سے اس کو ملبنٹ شلی کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ اور مزید حکم کا انتظار کرتا ہے۔ ہر شخص متعجب ہے۔ نکولا کو نہیں معلوم کہ اس کی اس حرکت کا لوگوں پر کیا اثر ہو رہا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی جگہ پر بالکل مطمئن کھڑا ہے جتیٰ کہ پیٹکوف کو اس کی طاقت گویائی واپس مل جاتی ہے اور نکولا پر برس پڑتا ہے)

بکولا تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔؟

نکولا: (گھبرا کر) حضور!

پیٹکوف: (تم اسے یہاں کس لئے لائے ہو؟

نکولا: بیگم صاحبہ کا حکم تھا میجر صاحب۔ لوکا نے مجھ سے کہا کہ ——

کیتھرائن: (مداخلت کرتے ہوئے) میرا حکم! میں کیوں تمہیں کپتان بلنٹ شلی کا سامان یہاں لانے کا حکم دیتی؟ تم کیا سوچ رہے ہو نکولا؟

نکولا: (پریشانی کے ایک لمحہ کے بعد تھیلا اٹھا لیتا ہے اور بہت ہی خوشامدانہ انداز میں کہتا ہے) کپتان صاحب! میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے (کیتھرائن سے) بیگم صاحبہ، قصور ہوا امید ہے آپ اسے درگذر فرمائیں گی! اور وہ جھک کر سلام کرتا ہے۔ اور تھیلا لے کر زینے کی طرف جانے لگتا ہے۔ کہ پیٹکوف اس سے غصہ میں کہتا ہے۔

پیٹکوف: جاؤ، اور اس تھیلے کو بھی مس رینا کی آئس پڈنگ پر پٹخ دو۔ (یہ بات نکولا کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ تھیلا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پیٹکوف کے پاؤں کے قریب گر پڑتا ہے۔ پیٹکوف دہاڑتا ہے) دور ہو جاؤ —— نکمے —— گدھے۔

نکولا: (تھیلا اٹھا کر مکان کی طرف بھاگتے ہوئے) جی ہاں حضور!

کیتھرائن: ہاں۔ جانے بھی دو۔ اتنا غصہ نہ کرو۔

پیٹکوف: (ادھم مچاتے ہوئے) بدمعاش! جب میں باہر تھا۔ تو یہ

ہاتھ سے نکل گیا۔ میں تم سے ٹھیک کروں گا۔ ذلیل، کمینہ۔ اگلے ہفتے اس کا حساب بیباق کر دو۔ میں سارے نوکروں کو نکال باہر کر دوں گا۔ ——— (بیوی اور بیٹی کی منتوں سے اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ دونوں اس کی گردن میں باہیں حمائل کئے ہوئے ہیں)

کیتھرائن اور رینا: (دونوں ایک ساتھ) اب — اب — اب خفا نہ ہوجیے
آں — آں — آں آپ کا پہلا دن ہے
اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ مجھے خوش دیکھنا ہے تو غصہ تھوک دو پیارے۔
کسی دن گھر پر ——— میں دوسری آئس پڈنگ بناؤنگی۔
ش — ش — ش — ش! — چ — چ — چ — چ!

پیٹکوف: (رضامند ہوتے ہوئے) اچھا۔ خیر جانے دو۔ بلنٹ شلی۔ آؤ۔ اب کہیں آنے جانے کی بات مت کرنا۔ تم کو معلوم ہے۔ کہ تم ابھی واپس سوئٹزرلینڈ نہیں جا رہے ہو۔ لہذا جب تک تم واپس نہیں جاتے ہو۔ تم ہمارے یہاں قیام کرو گے۔

رینا: اوہ۔ ہاں کپتان بلنٹ شلی۔ ضرور۔

پیٹکوف: (کیتھرائن سے) کیتھرائن۔ یہ دراصل تم سے خوفزدہ ہیں۔ تم ان سے کہو تو یہ ضرور ٹھہر جائیں گے۔

کیتھرائن: بے شک۔ بے شک۔ اگر کپتان بلنٹ شلی فی الواقعی یہاں

ٹھہریں (التماس کرتے ہوئے) تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ کیونکہ ان
کو میری خواہش کا پہلے ہی علم ہے۔

بلنٹ شلی: (بالکل فوجی انداز میں) میں تو خاتون محترم کے ہر حکم کی تعمیل
کے لئے حاضر ہوں۔

سر جیمس: (گرم جوشی سے) چلو، فیصلہ ہوگیا!

پیٹکوف: (خوش ہوکر) بیشک!

رینا: دیکھئے اب تمہیں ٹھہرنا ہی ہوگا۔

بلنٹ شلی: (مسکراتے ہوئے) خیر، اگر ٹھہرنا ہی ضروری ہے، تو میں
ضرور ٹھہروں گا۔

(کیتھرائن مایوسی کا اظہار کرتی ہے)

ایکٹ تیسرا

لنچ کے بعد۔ لائبریری میں۔ ویسے پورے طور پر یہ لائبریری بھی نہیں ہے اُس کا ادبی سرمایہ یہ ہے۔ کہ ایک نصف شدہ الماری میں پرانے کاغذوں میں ملفوف ناول پڑے ہیں۔ جن کی جلدیں پھٹی ہوئی ہیں اور اُن پر کافی کے دھبے پڑے ہوئے ہیں۔ صفحے پھٹے ہوئے اور ان پر انگوٹھوں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ دو اور معلق شیلف ہیں۔ جن پر چند تحفے میں ملی ہوئی کتابیں رکھی ہیں۔ اور دیوار کے باقی حصے پر جنگ اور شکار میں حاصل کیے ہوئے تمغے پڑے ہیں۔ لیکن یہ بہت ہی آرام دہ بیٹھک ہے۔ تین بڑی کھڑکیوں کی قطار گرد و پیش کے پہاڑوں کا منظر پیش کرتی ہے جو ابھی ابھی مدھم سی، سہ پہر کی روشنی میں بہت ہی دلفریب نظر آتے ہیں۔ بائیں ہاتھ کی کھڑکی کے ایک گوشے میں ایک مربع نما مٹی کے برتنوں کا آتش دان ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کمرہ خوب گرم رہتا ہے۔ مٹی کے چمکتے ہوئے برتنوں کا ایک مکمل مینار چھت تک چلا گیا ہے۔ ایک گدے دار کرسی، بالکل

اسی طرح کی ہے، جیسی رینا کے کمرے میں تھی۔ اور یہاں بھی اسی طرح رکھی ہوئی ہے۔ اور کھڑکیوں کی ترتیب کی نشست گاہیں قیمتی گدوں سے آراستہ کی گئی ہیں۔ صرف ایک چیز ایسی ہے۔ جس کو اس کمرے کی دوسری چیزوں سے مناسبت نہیں ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا باورچی خانے کی میز ہے جو کثرتِ استعمال سے بڑی بدنما اور بدوضع ہو گئی ہے۔ لیکن یہ لکھنے کی میز کے طور پر لگائی گئی ہے۔ جس پر فاؤنٹین پینوں سے بھرا ہوا ایک ڈبہ رکھا ہوا ہے۔ اور ایک بیضوی دوات سیاہی سے بھری ہوئی ہے۔ اور بری طرح استعمال کئے ہوئے گلابی رنگ کے جاذب کا ایک ڈھیر ہے۔

اس میز کے ایک طرف جو کھڑکی کے بائیں جانب رکھی ہوئی ہے۔ بلنٹ شلی چند نقشے سامنے رکھے ہوئے اپنے کام میں مشغول ہے اور احکام لکھ رہا ہے۔ میز کے سرے پر سرجیئس بیٹھا ہوا ہے۔ جو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کام کر رہا ہے۔ لیکن وہ دراصل بیٹھا قلم کے پر سے کھیل رہا ہے۔ اور اپنی نااہلی کی بنا پر تعجب اور حسد کی ملی جُلی کیفیت سے بلنٹ شلی کی تیزی، خود اعتمادی اور کاروباری طرز کو بغور سے دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ اپنے ان جذبات کو کسی طرح ظاہر نہیں ہونے دے رہا۔ اس کو بلنٹ شلی کی قابلیت بڑی پُراسرار معلوم ہو رہی ہے۔ میجر بڑے آرام سے اخبار اپنے ہاتھ میں لئے گدّے دار کرسی پر دراز ہے۔ حقہ کی نے اس کے قریب ہے، کیتھرائن آتش دان کے پاس، اُن کی طرف پیٹھ کئے بیٹھی

کشیدہ کاری میں مصروف ہے۔ رینا تکیہ رنگے بلقان کی پہاڑیوں کے دلفریب مناظر میں گم ہے۔ ایک ناول اس کی گود میں پڑی ہوئی ہے جس کو اس نے پڑھتے پڑھتے چھوڑ دیا ہے۔

کھڑکی سے کچھ آگے آتش دان کی اسی سمت کمرے کا دروازہ ہے۔ اور سامنے کی طرف بلنٹ شلی کے پیچھے برقی گھنٹی کا بٹن لگا ہوا ہے۔

پیٹکوف: (اپنے اخبار کے اوپر سے ان لوگوں کی طرف دیکھتا ہے کہ انہوں نے کتنا کام کر لیا ہے۔) بلنٹ شلی! تم لوگوں کو میری تو کوئی ضرورت نہیں ہے؟

بلنٹ شلی: (کاغذات سے نظر ہٹائے بغیر لکھتے ہوئے) جی نہیں! شکریہ! سارانوف اور میں دونوں مل کر اس کام کو کر لیں گے۔

: (سنجیدگی سے) ہاں۔ ہم کر لیں گے۔ وہ کام کی نوعیت دیکھ کر حکمنامہ تحریر کر دیتے ہیں۔ اور میں اس پر دستخط کر دیتا ہوں۔ ہم نے اس طرح سے آپس میں تقسیم کار کر لی ہے۔ (بلنٹ شلی اس کی طرف کاغذ بڑھاتا ہے) ایک اور بھی۔ ؛ شکریہ (وہ اپنے سامنے کاغذ کو مربع شکل میں کچھ آنکتا ہے۔ اور اپنی کرسی اس کی سیدھ میں کر لیتا ہے۔ اور اپنے رخسار کو اپنی کہنی پر رکھ کر اس پر دستخط کرتا ہے۔ دستخط کرتے وقت اس کی زبان اس کے قلم کے ساتھ حرکت کر رہی ہے۔ یہ ہاتھ قلم کی نسبت تلوار کا زیادہ عادی ہو چکا ہے۔

پیٹکوف: بلنٹ شلی، تمہاری بڑی مہربانی۔ دراصل تم نے آج میرا بڑا

کام کر دیا ہے۔ لیکن اب بھی بتا دو کہ تمہیں میری ضرورت تو نہیں؟

کیتھرائن: (ذرا نرم مگر تحکمانہ لہجے میں) دخل اندازی بند کرو، پال!

پیٹکوف: (چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے) اوہ! بہت اچھا میری جان! بہت اچھا! (وہ دوبارہ اپنا اخبار اٹھا لیتا ہے، لیکن پھر فوراً ہی گرا دیتا ہے) کیتھرائن! تم نے کبھی کیمپ کی زندگی نہیں گذاری اس لئے تم نہیں جانتیں، کہ اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے کس قدر آرام محسوس کر رہے ہیں۔ اس وقت اچھا سا دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہمیں تفریح کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں ہے۔ صرف ایک چیز اور مل جاتی تو میں بالکل آرام سے ہو جاتا۔

کیتھرائن: وہ کیا ہے؟

میرا پرانا کوٹ۔ اس کوٹ میں تو میں بالکل آرام نہیں محسوس کرتا۔ بلکہ ایسا لگتا ہے۔ جیسے میں اب بھی پریڈ پر ہوں۔

پال! تم اس پرانے کوٹ کے لئے کیسی باتیں کر رہے ہو۔ وہ شاید اس نیلے الماری میں لٹک رہا ہوگا۔ جہاں تم اسے چھوڑ گئے تھے۔

میری پیاری کیتھرائن: میں تم سے کہتا ہوں کہ میں اس کو وہاں بھی تلاش کر چکا ہوں۔ اب میں اپنی آنکھوں پر اعتبار کروں یا نہ کروں یا نہیں؟ (کیتھرائن اٹھتی ہے اور برقی گھنٹی کا بٹن دبانے کے لئے کمرے سے گذرتی ہے) تم یہ گھنٹی کیوں بجا رہی ہو؟ (وہ

اُس کی طرف شاہانہ نظروں سے دیکھتی ہے۔ اور خاموشی سے اپنی
کرسی پر بیٹھ کر دوبارہ سلائی کے کام میں مشغول ہو جاتی ہے) جان من
اگر تم یہ سمجھتی ہو۔ کہ تمہاری تریا ہٹ رینا کے دو پرانے ڈریسنگ گاؤن
تمہارے واٹر پروف اور میری برساتی میں سے کسی ایک کو میرا پرانا
کوٹ بنا سکتی ہے۔ تو تم غلطی پہ ہو۔ نیلی الماری میں فی الوقت یہی
کپڑے ہیں (نکولا کمرے میں داخل ہوتا ہے)

کیتھرائن: نکولا! جاؤ۔ نیلی الماری میں سے اپنے آقا کا پرانا کوٹ تو لے آؤ۔
وہی ریشمی فیتے والا، جو وہ گھر میں پہنا کرتے تھے۔

نکولا: بہت اچھا بیگم صاحب۔ (وہ باہر جاتا ہے)

پیٹکوف: کیتھرائن ؟

کیتھرائن: کیا ہے۔ پال؟

پیٹکوف: میں تم سے شرط لگاتا ہوں۔ کہ کوئی بھی زیور جو تمہارا جی چاہے
میں تمہیں صوفیہ سے منگا دوں گا۔ اگر کوٹ وہاں مل جائے۔ ورنہ
میں تمہارے ہفتے بھر کے خرچ کی گھر بلور تم سے لوں گا۔

کیتھرائن: ہاں! اچھے ہے۔

پیٹکوف: (ہار جیت کی ترغیب سے خوش ہو کر) آؤ۔ آج کچھ لطف ہی
رہے گا۔ اور بھی کوئی شرط لگاتا ہے۔ بلنٹ شلی! میں ایک کے بدلے
تمہیں چھ دونگا۔

بلنٹ شلی: (پرسکون انداز میں) یہ تو تمہیں لوٹ لیں گی میجر۔ بیگم صاحبہ کا

کہنا ضرور صحیح ہوگا (اوپر نظریں اٹھائے بغیر کا غذات کا دوسرا بنڈل
مسز جیمیئس کی طرف بڑھا دیتا ہے)
مسز جیمیئس: (خوش ہو کر) شاباش! سونٹرز لینڈ! میجر! اگر نکولا اس نیلی الماری
میں کوٹ ڈھونڈ نکالے۔ تو میں رینا کے لئے اس عربی گھوڑی کے
مقابلے میں اپنے بہترین جنگی گھوڑے کی شرط رکھتا ہوں۔
پیٹکوف: (اشتیاق سے) تمہارے بہترین جنگی......
کیتھرائن: (جلدی سے مداخلت کرتے ہوئے) بیوقوف نہ بنو پال۔
ایک عربی گھوڑی پچاس ہزار لیوا میں آئے گی۔
رینا: (جو ابھی تک دلفریب مناظر میں گم تھی، چونکتے ہوئے) امی۔
اگر آپ زیور لے رہی ہیں، تو پھر مجھے عربی گھوڑی پاتے دیکھ
کر آپ کیوں حسد کر رہی ہیں
(نکولا کوٹ لے کر واپس آتا ہے، اور پیٹکوف کے پاس لے
جاتا ہے۔ جسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔)
کیتھرائن: یہ کہاں تھا نکولا؟
نکولا: نیلی الماری میں لٹک رہا تھا۔ بیگم صاحبہ!
پیٹکوف: خیر نیں
کیتھرائن: (آنسو روکتے ہوئے) پال!
پیٹکوف: میں قسم کھا سکتا ہوں۔ کہ یہ وہاں نہیں تھا۔ لیکن اب میں
کیا کہوں۔ شاید تقاضائے عمری کی وجہ سے میں اسے نہ دیکھ سکا

ہوں۔ مجھے اب وہم ہونے لگا ہے (نکولا سے) یہاں آؤ۔ مجھے یہ کوٹ بدلوا دو۔ معاف کرنا بلنٹ شلی۔ (وہ کوٹ بدلنے لگتا ہے۔ نکولا خادم کے طور پر کام کرتا ہے) مسز چینس۔ خیال رہے میں نے تم سے شرط نہیں لگائی تھی۔ لہٰذا اب وہ عربی گھوڑی دینا کو تم ہی دینا۔ کیونکہ تم نے اُسے اُمید دلائی۔ کیوں دینا؟ (وہ گھوم کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔ لیکن وہ دوبارہ بیرونی مناظر کی دلکشی میں مستغرق ہے۔ وہ پدرانہ شفقت اور فخر سے اُس کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے) وہ حسب معمول خوابوں کی دنیا میں گم ہے۔

مسز چینس: آپ یقین رکھیے، وہ گھاٹے میں نہیں رہے گی۔

پیٹکوف: یہ تو بہت ہی مناسب ہوگا۔ میرے خیال میں اتنا سستا تو میں کبھی نہیں چھوٹوں گا۔ (وہ کوٹ تبدیل کر چکتا ہے۔ اور نکولا اتارے ہوئے کوٹ کو لے کر باہر چلا جاتا ہے) آہا — اب میں آخر کار بہت آرام محسوس کر رہا ہوں۔ (وہ بیٹھ جاتا ہے اور اطمینان کی سانس لے کر اخبار اُٹھا لیتا ہے)

بلنٹ شلی: (ایک کاغذ مسز چینس کو دیتے ہوئے) یہ آخری حکم نامہ ہے۔

پیٹکوف: (اُچھل کر) کیا! ختم کر چکے؟

بلنٹ شلی: جی، کر چکا۔

پیٹکوف: (بچے کی طرح رشک سے) میرے دستخطوں کے لئے اب

تو تمہارے پاس کچھ نہیں ہے؟

بلنٹ شلی: جی نہیں۔ اُن کے دستخط ہی کافی ہوں گے۔

پیٹکوف: (سینہ پھلا کر ہاتھ مارتا ہے) بہت خوب۔ کیا خیال ہے۔ ہم نے آج کتنا کام کر ڈالا ہے۔ کوئی کام اب رہ تو نہیں گیا۔

بلنٹ شلی: اب آپ ان دونوں آدمیوں سے مل لیجئے۔ جو یہ کاغذ لے کر جا رہے ہیں۔ (سر جینس آ اٹھتا ہے) انہیں فوراً بھیج دیجئے۔ اور ان کو بتا دیجئے۔ کہ میں نے کاغذات پر ان کے پہنچنے کا وقت بھی لکھ دیا ہے۔ اُن سے کہہ دیجئے۔ کہ اگر وہ راستے میں کہیں پینے پلانے یا باتیں وانیں کرنے کے لئے ٹھہر گئے۔ اور انہیں پانچ منٹ کی بھی دیر ہو گئی۔ تو ان کی کھال کھنچوا دی جائے گی۔

سر جینس: (اکڑ کر) میں ایسے ہی کہوں گا (وہ دروازے کی طرف لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہے) اور اگر اُن میں سے کسی مردکے بچے نے میرے ساتھ گستاخی کرنے کی ہمت کی تو میں اسے نوکری سے علیحدہ کرا دوں گا۔ (وہ باہر چلا جاتا ہے)

بلنٹ شلی: (رازدارانہ طور پر) میجر، ذرا آپ بھی چلے جائیے اور دیکھئے کہ یہ ان لوگوں سے ٹھیک ہی سے گفتگو کرتے ہیں۔

پیٹکوف: (مہربانی سے) بہت بہتر بلنٹ شلی تم بالکل ٹھیک کہتے ہو، میں جاتا ہوں (وہ بڑے وقار سے دروازے کی طرف جاتا ہے۔ لیکن دہلیز تک جا کر رک جاتا ہے) کیتھرائن، سنو! ذرا تم بھی میرے

ساتھ آجاؤ۔ کیونکہ وُہ میری بہ نسبت تم سے زیادہ ڈریں گے،

کیتھرائن: (اپنی کشیدہ کاری ایک طرف رکھتے ہوئے) میرا جانا کس کام آئے گا۔ جب تم اُنہیں دیکھ کر غراؤ گے (وُہ باہر جاتی ہے پیٹکوٹ اُس کے جانے تک دروازہ کا پٹ کھولے کھڑا رہتا ہے۔ اور پھر اُس کے پیچھے وُہ بھی جاتا ہے)

بلنٹ شلی: واہ! کیا خوب فوج ہے! شاہ دانے کے درختوں سے توپیں بنائی ہیں۔ اور افسروں نے اپنی بیویوں کو نظم و ضبط قائم رکھنے کے لئے بھیج دیا ہے۔ (وہ کاغذات پر یادداشت درج کرکے تہ کرنا شروع کر دیتا ہے)

رینا جو گاؤ تکیہ سے اُٹھ چکی ہے۔ اپنے ہاتھوں کو پیچھے باندھے ہوئے آہستہ آہستہ کمرے کی طرف جاتی ہے۔ وہ شرارت بھری نظروں سے اُس کی طرف دیکھی

رینا: پچھلی ملاقات کی نسبت آج تم بڑے مستعلیق دکھائی دے رہے ہو (وُہ حیرت سے نظریں اُوپر اُٹھاتا ہے) تم میں یہ تبدیلی کیونکر آگئی؟

بلنٹ شلی: نہایا۔ برش کیا۔ رات کو آرام کی نیند سویا۔ صبح ناشتہ کیا۔ اور بس ——

رینا: کیا اُس صبح تم خیریت سے واپس پہنچ گئے تھے؟

بلنٹ شلی: جی، بالکل خیریت سے۔ شکریہ۔

رینا: کیا مسز جینس کے حملے سے بھاگ جانے پر لوگ تم سے خفا تو نہیں ہوئے تھے؟

بلنٹ شلی: (چباکر) نہیں۔ بلکہ وہ تو خوش ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ سب کے سب خود بھاگ گئے تھے۔

رینا: (بیڈ کے قریب جاکر اُس پر جھک کر بلنٹ شلی سے) میرا اور میرے کمرے کا قصہ تو ان لوگوں کے لئے بڑی دلچسپ داستان بن گئی ہو گی۔

بلنٹ شلی: عظیم الشان داستان۔ لیکن میں نے اُن میں سے صرف ایک کو یہ دلچسپ واقعہ سنایا تھا۔ جو میرا خاص دوست تھا۔

رینا: جس کی بات پر تم بالکل اعتبار کرسکتے ہو

بلنٹ شلی: بالکل۔

رینا: ہونہہ، اُس نے میرے والد کو اور مسز جینس کو وہ تمام واقعہ آج اولن بتا دیا تھا جس دن تم نے قیدیوں کا تبادلہ کیا تھا (وہ ٹہلتی ہے اور لاپرواہی سے کمرے کے دوسرے سرے تک ٹہلتی ہوئی چلی جاتی ہے)

بلنٹ شلی: (بے حد متاثر اور کسی قدر شرمندہ ہوکر) نہیں نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ــــــ لیکن واقعی۔

رینا: (یکایک بیتابی سے ٹہلتی ہوئی) جی۔ واقعی۔ لیکن وہ لوگ یہ نہیں جانتے۔ کہ وہ گھر یہی گھر ہے۔ جس میں تم نے پناہ لی تھی اگر مسز جینس

کو معلوم ہو جائے۔ تو وہ تمہیں چیلنج کرے۔ اور دو بدو مقابلہ کرتے
ہوئے تمہیں مار ڈالے۔

بلنٹ شلی: پھر خدا کے لئے اُسے کچھ مت کہنا۔

رینا: کپتان بلنٹ شلی! ہوش کے ناخن لو۔ کیا تم یہ محسوس نہیں کرتے
کہ اُسے دھوکا دینا میرے لئے کیا ہے، میں سر جیئس کے ساتھ
پاکدامنی کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں۔ میں سر جیئس کے ساتھ کوئی
کمینہ پن، کوئی کوتاہی کوئی مکر نہیں کر سکتی۔ بلکہ مکمل نمونہ بن کر رہنا
چاہتی ہوں۔ اُس کے ساتھ میرا رشتہ حقیقت میں میری زندگی کا
ایک سنہری اور شریف پہلو ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ تم میرا مطلب
سمجھ رہے ہو گے۔

بلنٹ شلی: (مشکوک انداز میں) تمہارا مطلب ہے کہ تمہیں یہ پسند نہیں
کہ اسے یہ معلوم ہو۔ کہ اُس پڈنگ کا واقعہ دراصل ایک
ایک ایک میرا مطلب ہے کہ۔۔۔۔۔

رینا: (چونک کر) اوہ اس کے بارے میں اس طرح غیر سنجیدہ بات نہ
کرو۔ میں جانتی ہوں کہ میں نے اس وقت جھوٹ بولا تھا لیکن
میں نے یہ صرف تمہاری زندگی بچانے کے لئے کیا تھا۔ ورنہ وہ تمہیں
مار ڈالتا۔ وہ زندگی میں دوسرا موقع تھا۔ کہ میں نے جھوٹ بولا تھا۔

(بلنٹ شلی اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اُس کی طرف مشکوک اور کسی قدر
سنجیدہ نگاہوں سے دیکھتا ہے) تمہیں یاد ہے کہ میں نے پہلی بار کب

جھوٹ بولا تھا؛

بلنٹ شلی: نہیں، مجھے یاد نہیں۔ کیا میں اس وقت موجود تھا؟

رینا: ہاں! تم موجود تھے۔ لیکن میں نے اُس افسر سے جو تمہیں تلاش کر رہا تھا۔ کہدیا تھا کہ تم وہاں نہیں ہو۔

بلنٹ شلی: درست ہے۔ مجھے بات نہ بھولنا چاہئے تھی!

رینا: (حوصلہ پاکر) ہاں۔ تمہارے لئے اس کا بھول جانا بالکل قدرتی امر تھا۔ کیونکہ تمہیں اس کی کوئی قیمت ادا نہیں کرنا پڑی۔ لیکن اس کے لئے مجھے جھوٹ بولنا پڑا! جھوٹ! (وہ گدّے دار کرسی پر اپنے گھٹنوں کے اطراف اپنے ہاتھوں کو باندھ کر سامنے کی طرف دیکھتے ہوئے بیٹھ جاتی ہے۔ بلنٹ شلی جس پر رینا کی باتوں نے خاصا اثر کیا ہے۔ یقین دہانی کے لئے اُٹھ کر گدّے دار کرسی کی طرف جاتا ہے۔ اور اُس کے قریب بیٹھ جاتا ہے)

بلنٹ شلی: عزیز نوجوان خاتون! آپ اس قدر پریشان نہ ہوں۔ یہ نہ بھولئے کہ میں ایک سپاہی ہوں، اور سپاہی دو چیزوں کو بالعموم یاد نہیں رکھتا۔ اس لئے بار بار پیش آتی ہیں، وہ کونسی ہیں، کہ ان کے بارے میں سوچنے کا خیال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک تو جب وہ لوگوں کو جھوٹ بولتے ہوئے سنتا (رینا بل کھاتی ہے) اور دوسرا جب کوئی اس کی جان بچاتا ہے۔ جان بچانے والا خواہ کوئی ہو۔ اور اس نے خواہ کیسے ہی اس کی جان کیوں نہ بچائی ہو۔

رینا: (غضبناک ہو کر احتجاجاً اُٹھتے ہوئے) اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ بے وفا اور احسان فراموش ہوتا ہے۔

بلنٹ شلی: (رینا کا سامنا کرتے ہوئے) تم احسانمندی پسند کرتی ہو؟ میں نہیں کرتا۔ اگر رحم کو محبت سے کوئی نسبت ہے۔ تو احسانمندی کو بھی دوسری چیز سے وہی نسبت ہے۔

رینا: احسانمندی! (اُس کی طرف مڑتے ہوئے) اگر تم میں احسانمندی نہیں ہے تو پھر تم کسی بھی اعلیٰ جذبے کے لائق نہیں ہو۔ حیوان تک بھی احسانمند ہوتے ہیں۔ ہو نہہ اب میں سمجھی۔ کہ تم درحقیقت میرے بارے میں کیا سوچتے ہو! میرا جھوٹ سن کر تم متعجب نہیں ہوئے تھے۔ تم نے سمجھا ہو گا شاید میں ہر روز بلکہ ہر وقت جھوٹ بولتی ہوں۔ مرد عام طور پر عورتوں کے بارے میں ایسا ہی سوچتے ہیں (وہ غمناک انداز میں کمرے میں آہستہ آہستہ چلتی ہے)

بلنٹ شلی: (مشتبہ انداز میں) ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ تم کہتی ہو۔ کہ تم نے اپنی زندگی میں صرف دو جھوٹ بولے ہیں۔ عزیز نوجوان خاتون۔ کیا یہی چھوٹی سی لغزش نہیں ہے۔ میں تو بالکل سیدھا سادہ آدمی ہوں۔ پھر بھی یہ بات صبح تک مجھے زندہ نہ چھوڑے گی۔

رینا: (خودپسندی سے اُس کی طرف گھورتے ہوئے) جناب! آپ

کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ میری بے عزتی کر رہے ہیں!

بلنٹ شلی: لیکن میں کیا کروں۔ جب آپ تنگھڑ سا روپ دھار کر اور دلکش آواز میں گفتگو کرتی ہیں۔ تو میں آپ کو بے حد پسند کرتا ہوں۔ لیکن آپ جو کہتی ہیں۔ اس کے ایک لفظ پر بھی یقین کرنا میرے لئے ناممکن ہو جاتا ہے۔

رینا: (تمکنت سے) کپتان بلنٹ شلی!

بلنٹ شلی: فرمائیے!

رینا: (اس کے پاس کھڑی ہو کر، جیسے اسے اپنے ہوش و حواس پر بھروسہ نہ رہا ہو) تم سمجھتے ہو۔ تم نے ابھی ابھی کیا کہا؟ کیا تم جانتے ہو۔ کہ ابھی ابھی تم نے کیا کہا ہے؟

بلنٹ شلی: ہاں! میں جانتا ہوں۔

رینا: (ہانپتے ہوئے) میں! میں!!! (وہ اپنی طرف اس طرح اشارہ کرتی ہے۔ جیسے کہہ رہی ہو کہ "میں رینا پٹکوف جھوٹ بولتی ہوں!" وہ بغیر ہچکچائے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا ہے۔ وہ ایک دم اس کے قریب بیٹھ جاتی ہے اور پھر اس دلیرانہ طریق کو یکسر بدل کر ایک چھوٹی سی بچی کے مانوس لہجہ میں کہتی ہے) تم نے مجھے کیسے پہچان لیا؟

بلنٹ شلی: (مستعدی سے) وجدان۔ عزیز نوجوان خاتون۔ جبلت اور وجدان کے ذریعے اور پھر مجھے دنیا کا تجربہ بھی تو ہے۔

رینا: (حیرت سے) تم جانتے ہو. زندگی میں تم مجھے وہ پہلے شخص ملے ہو. جس نے مجھ کو کوئی اہمیت نہیں دی.

بلنٹ شلی: تمہارا مطلب یہی ہے نا — کہ میں وہ پہلا آدمی ہوں جس نے زندگی میں صرف تمہارے متعلق سنجیدگی سے غور کیا؟

رینا: ہاں — شاید میرا مطلب یہی ہے. (اس سے بے حد مانوس ہوتے ہوئے) جس طرح تم نے مجھ سے باتیں کی ہیں. یہ بات اپنی بذاتِ خود کتنی عجیب و غریب ہے. تم تو جانتے ہی ہو. کہ میں تو دوسرے ہی انداز میں باتیں کرنے کی عادی رہی ہوں.

بلنٹ شلی: تمہارا مطلب ہے. کہ ——؟

رینا: میرا مطلب ہے. سنگھر سار دپ اور دلکش آواز! (دونوں.. ایک ساتھ ہنستے ہیں) جب میں ننھی سی بچی تھی. تب بھی میں اپنی آیا کے ساتھ یونہی گفتگو کرتی تھی) اور وہ میری باتوں پر یقین کر لیتی.

بلنٹ شلی: ہاں. کیونکہ وہ بھی کچھ اسی ڈھب سے گفتگو کرتا ہے. ٹھیک ہے نا؟

رینا: (چونک کر) کیا تم ایسا سمجھتے ہو؟

بلنٹ شلی: تم آسے مجھ سے زیادہ جانتی ہو.

رینا: تعجب ہے —— مجھے تعجب ہے. کہ وہ ایسا ہے! اگر میں یہ جانتی. کہ —— ! (پژمردہ ہو کر) آہ. خیر — اس سے

کیا فرق پڑتا ہے، میں سمجھتی ہوں۔ کہ مجھے جان لینے کے بعد
اب تم مجھ سے نفرت کرنے لگے ہو۔
بلنٹ شلی: (گرم جوشی سے اُٹھتے ہوئے) نہیں میری عزیز نوجوان
خاتون نہیں — نہیں — نہیں — ایک ہزار بار نہیں
یہ تو تمہاری جوانی کا تقاضا ہے۔ تمہارے حسن کا ایک حصہ
میں تمہاری آیا، تمہارے والدین اور سر جیئس سے مختلف
نہیں ہوں۔ میں تو تمہارا دیوانہ وار پرستار ہوں۔
ریٖنا: (خوش ہوکر) واقعی؟
بلنٹ شلی: (جرمنوں کی طرح پھرتی سے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر)
دل پر ہاتھ رکھ کر! سچ، بالکل سچ۔
ریٖنا: (بہت خوش ہوکر) لیکن میری تصویر پاکر تم نے میرے بارے
میں کیا سوچا تھا۔
بلنٹ شلی: (متعجب ہوکر) تمہاری تصویر! تم نے کبھی اپنی تصویر مجھے
نہیں دی۔
ریٖنا: (جلدی سے) کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ وہ تم کو نہیں ملی؟
بلنٹ شلی: نہیں۔ (وہ اس کے قریب بیٹھ جاتا ہے۔ دلچسپی اور
کسی قدر خوش طبعی کے ساتھ کہتا ہے) تم نے وہ مجھے کب بھیجی تھی؟
ریٖنا: (برہم ہوکر) میں نے تمہیں نہیں بھیجی تھی! (وہ اپنی گردن دوسری
طرف موڑ لیتی ہے اور برگشتہ خاطر ہوکر کہتی ہے) وہ اس کوٹ

کی جیب میں تھی۔

بلنٹ شلی: (ہونٹ سکیڑ کر اور دیدے گھما کر) اوہ — ہو — اوہ مجھے نہیں ملی۔ وہ شاید ابھی تک وہیں ہو گی۔

رینا: (اچھل کر) ابھی تک اس میں ہے! تا کہ جیب میں ہاتھ ڈالتے ہی اباجان کے ہاتھ آجائے۔ اوہ۔ تم کتنے احمق ہو؟

بلنٹ شلی: (اٹھتے ہوئے) کوئی بات نہیں۔ آخر وہ ایک تصویر ہی تو ہے۔ وہ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں، کہ وہ کس کے لئے رکھی گئی ہے اُن سے کہہ دینا، کہ خود انہی نے اسے وہاں رکھا تھا۔

رینا: (تلخی سے) ہاں — یہ ترکیب تو بہت اچھی ہے! کیوں ہے نا؟ (مضطربانہ طور پر) اوہ! اب میں کیا کروں؟

بلنٹ شلی: ہاں — یاد آیا۔ تم نے اُس پر کچھ لکھا بھی تھا جلد بازی کی۔

رینا: (روانسی ہو کر) میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے کیا۔ تمہارے لئے۔ جس کو اُس کی کوئی پروا نہیں — اُلٹا مجھ پر ہنس رہے ہو۔ میرے خدا! کیا تمہیں یقین ہے کہ کسی اور نے تو اسے ہاتھ نہیں نہیں لگایا۔

بلنٹ شلی: ویسے میں پورے یقین سے تو کہہ نہیں سکتا۔ تم جانتی ہو۔ میں اسے ہر وقت اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ کیونکہ میدانِ جنگ میں اپنا سارا ساز و سامان لے کر تو کوئی جاتا نہیں۔

رینا: تم نے اُسے کیا کیا تھا؟

بلنٹ شلی: جب میں بخیریت پیروٹ پہنچ گیا۔ تو مجھے کسی نہ کسی طرح اُسے ایک محفوظ جگہ رکھنا پڑا۔ پہلے میں نے سوچا کہ اسے ریلوے کلوک روم میں رکھ دوں۔ لیکن آج کل کی جنگ میں یقینی طور پر سب سے پہلے وہی جگہ لوٹی جاتی ہے۔ اس لئے میں نے اُسے گروی رکھ دیا۔

رینا: گروی رکھ دیا!!!

بلنٹ شلی: میں جانتا ہوں۔ کہ تم کو یہ بات پسند نہ آئی ہوگی سب سے محفوظ طریقہ یہی تھا۔ میں نے پرسوں ہی اُسے روپیہ دے کر چھڑا لیا ہے اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اُس گروی رکھنے والے نے اُس کوٹ کی جیبوں کو صاف کیا یا نہیں۔

رینا: (خشمناک۔ اس کے منہ پہ چیخ کر) تمہارا نیچ دماغ تو دکانداری سے بھرا ہوا ہے تمہارے دماغ میں جو باتیں آتی ہیں۔ وہ کوئی شریف آدمی تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔

بلنٹ شلی: (دھیمے سے) یہی تو ایک سوئس کا قومی کردار ہے عزیز خاتون (وہ مڑ کر میز کی طرف چلا جاتا ہے)

رینا: کاش، کہ میں تم سے کبھی نہ ملی ہوتی۔ (وہ اپنے جسم کو جھٹکے دیتی ہوئی جھنجھلا کر کھڑکی کے قریب جا کر بیٹھ جاتی ہے۔

لونا طشتری میں خطوں اور تاروں کا ڈھیر لئے ہوئے آتی

ہے۔ اور اپنی آزادانہ نڈر چال سے خراماں خراماں میز تک جاتی ہے اُس
کی بائیں آستین کندھے تک ایک جڑاؤ پن سے اُلٹی ہوئی ہے جس سے
اُس کا عریاں بازو نمایاں ہوگیا ہے مگر گلٹ کے ایک کشادہ بازو بند نے
اس کے بازو کی چوٹ کے نشان کو چھپا رکھا ہے)

لوقا: بلنٹ شلی سے) یہ آپ کے لئے ہے (اور اس نے ایک ہی دم طشتری
میز پر اُلٹ دی) نامہ، جواب کا انتظار کر رہا ہے: (اس کا رویہ
بلنٹ شلی سے معاندانہ ہے)

بلنٹ شلی: (رینا سے) معاف کیجئے گا۔ آخری ڈاک جو مجھے ملی ہے۔ وہ
تین ہفتے پہلے کی تھی۔ اور یہ مزید ڈھیر بعد میں جمع ہوگیا ہے چار
ٹیلیگرام ایک ہفتہ پرانے ہیں (وہ ایک تار کھولتا ہے) ارے!
بڑی بُری خبر ہے!

رینا: (اُٹھ کر، تاسف سے اس کی طرف بڑھتی ہے) بُری خبر ہے؟

بلنٹ شلی: میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ (وہ اپنے ہونٹ سکوڑ کر تار
کو دیکھتا ہے۔ اور اپنے حالات کی اس اتفاقیہ تبدیلی پر سوچ رہا
ہے۔ لوقا تیزی سے گذر جاتی ہے)

: بہت افسوس ہوا۔

: ہاں۔ مجھے ایک گھنٹے کے اندر اندر گھر کے لئے روانہ ہونا
پڑے گا۔ اُنہوں نے اپنے پیچھے متعدد بڑے بڑے ہوٹل چھوڑے
ہیں۔ جن کا مجھے انتظام کرنا ہوگا۔ (وہ نیلے رنگ کے لمبے لفافے

میں رکھا ہوا ایک موٹا سا خط اُٹھاتا ہے) یہ ہمارے خاندانی مشیرِ قانون کا خط ہے۔ (وہ خط کے تمسکات نکال کر اُن پر سرسری نظر ڈالتا ہے) اوہ میرے خدا! ستّر! دو سو! (جوشِ وحشت سے) چار سو! چار ہزار!! نو ہزار چھ سو!!! میں ان سب کا کیا کروں گا؟

ریٖنا: (مسکین انداز میں) نو ہزار ہوٹل؛

بلنٹ شلی: ہوٹل! واہیات۔ اگر تمہیں معلوم ہوتا! اوہ یہ تو مضحکہ خیز ہے! معاف کرنا۔ مجھے اپنے ساتھی کو اپنے چلنے کے لئے کہہ دینا چاہیئے۔ (وہ کاغذات اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے جلدی کا سے کمرہ سے نکل جاتا ہے)

لوقا: (فطری طور پر یہ جانتے ہوئے کہ بلنٹ شلی کو ذلیل کرکے وہ ریٖنا کو بھی پریشان کر سکتی ہے)۔ یہ سوئس دل کا اچھا نہیں ہے۔ بیچارے باپ کے لئے اُس کے منہ سے افسوس کا ایک لفظ بھی نہ نکلا۔

ریٖنا: (تلخی سے) غم! اس آدمی کو، جسے برسوں سے لوگوں کو مارنے کے سوا کوئی کام نہ رہا ہو۔ اسے کسی کے مرنے کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے اور کوئی سپاہی اس کی کب پرواہ کرتا ہے، (وہ بمشکل اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتی ہوئی دروازے کی طرف جاتی ہے)

لوقا: میجر سارانوف بھی تو لڑتے رہے ہیں، لیکن ان کا دل تو بڑا نرم

ہے ریبنا نخوت سے دروازے تک جاکر باہر نکل جاتی ہے۔)

ہاہا! میرا خیال تھا۔ کہ آپ اپنے سپاہی کے لئے انتظار کریں گی

(وہ ریبنا کے پیچھے پیچھے جاتی ہے۔ کہ نکولا آتشدان کے لئے اپنے
بازوؤں میں لکڑیاں اُٹھائے ہوئے داخل ہوتا ہے)

:(عاشقانہ آنکھیں نکالتے ہوئے) میری جان! میں دوپہر کے بعد سے ایک لمحہ کے لئے تم سے تنہائی میں ملنے کی کوشش کر رہا ہوں (اس کا بازو دیکھ کر اُس کے چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے) لیکن بھئی؛ یہ آستین کو اس طرح چڑھانے کا کونسا فیشن ہے؛

لوقا: (گھمنڈ سے) میرا اپنا فیشن۔

نکولا: بے شک! لیکن اگر، مالکن نے تمہیں دیکھ لیا، تو وہ تمہاری خوب خبر لیں گی۔ (وہ لکڑیاں نیچے رکھ دیتا ہے۔ اور خود گدے دار کرسی پر آرام سے بیٹھ جاتا ہے)

لوقا: ایسی کونسی بات تھی۔ جس کے لئے تم مجھ سے بات کرنا چاہتے تھے:

: دیکھو، مجھ سے تیکھی باتیں مت کرو۔ میں تمہیں ایک خوش خبری سنانا چاہتا ہوں (وہ اُس کے قریب بیٹھ جاتی ہے۔ وہ کچھ نوٹ نکالتا ہے۔ لوقا کی آنکھیں اشتیاق سے چمک اُٹھتی ہیں۔ اور وہ ان کو اس سے چھیننے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن وہ جلدی سے نوٹ اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ جو اُس کی پہنچ سے باہر ہے) دیکھو! یہ بیس لیوا ہیں! جو سرجیئس نے محض ٹھاٹھ جمانے کیلئے

دیئیے ہیں۔ ایک بیوقوف آدمی سے اس کی رقم جلدی جدا ہو جاتی ہے۔ ابھی دس اور ہیں۔ اس سوئس نے مجھے اس لئے دیئے ہیں کہ میں اس کے متعلق مالکن اور ریتنا کے جھوٹ بیان کی تائید کرتا رہوں۔ وہ کوئی بیوقوف آدمی نہیں ہے نہ بالکل نہیں۔ تم نے نیچے بوڑھی کیتھرائن کو خوش اخلاقی سے باتیں کرتے ہوئے سنا ہوگا بالکل جیسے تم مجھ سے خوش اخلاقی سے پیش آتی ہو۔ کیونکہ بغض کہ میں میجر صاحب کی ناراضگی کا برا نہ مانوں اگرچہ اس نے سب کے سامنے مجھے جھوٹا اور بیوقوف کہا تھا۔ وہ جانتے ہیں نا۔ کہ میں اُن کا کتنا وفادار ملازم ہوں۔ بیٹی تو ہماری مستقل بچت میں جائیں گے۔ اور دس یہ تمہیں خرچ کرنے کے لئے دے دوں گا۔ بشرطیکہ تم مجھ سے محض اس انداز سے بات کرو۔ جس سے مجھے یہ احساس ہوتا رہے، کہ میں بھی ایک انسان ہوں کبھی کبھی تو میں چاکری سے بیزار ہو جاتا ہوں۔

لوقا: ہاں —— تم اپنی انسانیت کو نہیں لیوا میں بیچو۔ اور مجھے دس میں خرید لو! (حقارت سے اٹھ کر) اپنے پیسے اپنے پاس ہی رکھو۔ تم ایک چاکر بننے کے لئے ہی پیدا ہوئے ہو —— میں نہیں —— جب تم اپنا کاروبار شروع کرو گے۔ اس وقت تم کسی ایک کی بجائے ہر ایک کے نوکر ہو جاؤ گے۔ (وہ پرے ہٹتی ہوئی میز تک جاتی ہے۔ اور مسز جیٹس کی کرسی پر بڑے کروفر سے بیٹھ جاتی ہے)

نکولا: (اپنی لکڑیاں اُٹھا کر آتشدان کی طرف جاتا ہے) انتظار کرو۔ پھر دیکھنا کہ ہماری شامیں ہمارے اپنے لئے ہونگی۔ ہمارا اپنا گھر ہوگا جہاں میں مالک ہونگا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں (وہ لکڑیاں نیچے پھینک دیتا ہے۔ اور آتشدان کے قریب گھٹنے ٹیک کر کھڑا ہو جاتا ہے)

لوقا: لیکن میرے گھر میں تم کبھی مالک نہیں بن سکو گے۔

نکولا: (پلتھی مار کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور بجھی ہوئی آواز میں کہتا ہے) لوقا تمہاری خواہشات بہت بلند ہیں۔ لیکن یہ نہ بھولو کہ آج جو تم کسی قابل نظر آرہی ہو۔ تو اس کا سبب یہ ہے کہ تم کو کسی قابل بنانے والا میں ہوں۔

: تم نے!

: (اٹھ کھڑا ہو کر سیدھا ہوتا ہے۔ اور اس کے قریب جاتا ہے) ہاں۔ میں نے ــــ تم جو عام بلغاری لڑکیوں کی طرح سر پہ جھابجھر مصنوعی سیاہ بال لگاتی ہو ۔ وہ کون تھا۔ جس نے تمہیں ہونٹوں اور رخساروں کو سرخ کرنے سے منع کیا تھا۔ یہ سب کچھ میں نے کیا تھا میں نے تمہیں ناخن تراشنا، ہاتھوں کو صاف رکھنا، اور کسی نفیس مزاج روسی خاتون کی طرح بنی سنوری رہنا سکھایا۔ میں نے ــــ سنتی ہو؟ میں نے! (وہ نفی میں سر جھٹکتی ہے اور وہ مزید تحمل سے یہ کہتا ہوا چلا جاتا ہے) تبھی اکثر سوچتا ہوں کہ اگر

رہنا اپنے راستے سے ہٹ جائے اور تم اپنی حماقتوں میں تھوڑی سی کمی کردو۔ اور سمجھ داری کی زیادتی آگے بڑھ جائے۔ تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ محض میری بیوی بن کر مجھے زیر بار کرنے کی بجائے میری دکان کے بڑے گاہکوں میں سے ایک گاہک بھی بن سکتی ہو۔

لوقا: یہ تو مجھے یقین ہے کہ تم میرے نوکر تو ضرور بن سکتے ہو۔ ہاں! میرے شوہر کبھی نہیں بن سکتے۔ اور اس طرح تم مجھ سے زیادہ فائدہ اٹھا رہے ہو — میں تمہاری فطرت سے خوب واقف ہوں

نکولا: (اپنی بات پر زیادہ زور دینے کے لئے اُس کے قریب جا کر) میری جان! تم میری فطرت کے جھنجھٹ میں نہ پڑو۔ لیکن صرف میرے مشوروں کو سنتی رہو۔ اگر تم ایک معزز خاتون بننا چاہتی ہو۔ تو تمہارا میرے ساتھ جو موجودہ برتاؤ ہے۔ وہ نہیں چلے گا۔ تنہائی کی بات اور ہے۔ یہ طور طریقے تو تیزی اور طراری کے ہیں۔ اور اس تیزی و طراری سے تو ایک قسم کے ربط کا اظہار ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ اور مجھ پر رعب جمانے کی کوشش بھی نہ کیا کرو۔ تم دوسری دیہاتی لڑکیوں سے کچھ مختلف نہیں ہو۔ تم سمجھتی ہو۔ کہ جس طرح میں ایک سائیس کے لڑکے سے پیش آتا ہوں۔ شاید، شہزادا اپنے نوکروں کے ساتھ اسی طرح پیش آتے ہیں۔ مگر یہ صرف تمہاری بھول ہے۔ اور اسے نہ بھولو۔ اور ہر ایک سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ رہا کرو۔

کام کو حکم کی بنا پر نہ کیا کرو۔ کام کو اپنا کام سمجھ کر کیا کرو۔ مالکہ اور ملازمہ کے طریق کار میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ لیکن تمہیں اپنا مقام سمجھنا چاہیئے۔ اس کا راز اسی بات میں مضمر ہے۔ اور یہ جو تم کو ترقی ملی ہے۔ صرف اسی ایک بات سے میرا مقام جاننے کے لیئے تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ میری جان! ان باتوں پر غور کرو۔ میں تمہارا ساتھ دونگا۔ ایک ملازم کو ہمیشہ دوسرے کا ساتھ دینا چاہیئے۔

لوقا: (بے قراری سے کھڑی ہو جاتی ہے) مجھے اپنی ہی راہ پر چلنا چاہیئے تم نے اپنی ناقص العقلی سے میری تمام ہمت چھین لی ہے جاؤ اور ان لکڑیوں کو آگ میں جھونکو۔ کیونکہ یہی کام تم خوب اچھی طرح کر سکتے ہو (نکولا جواب دینا چاہتا ہے کہ سر جینس آ جاتا ہے۔ وُہ لوقا کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیئے رُکتا ہے اور پھر آتشدان کی طرف چلا جاتا ہے)

سر جینس: (نکولا سے) میں سمجھتا ہوں۔ میں تمہارے کام میں حائل تو نہیں ہوا ہوں؟

نکولا: (ملائمت اور بزرگی کے سے انداز میں) جی۔ نہیں جناب۔ آپ کی مہربانی کا شکریہ۔ میں تو صرف اس بیوقوف لڑکی سے اُس کی عادت کے متعلق یہ کہہ رہا تھا۔ کہ جب کبھی اُس کو موقع ملتا ہے تو کتابیں دیکھنے کے لیئے لائبریری کی طرف دوڑی چلی آتی

ہے، یہ اُس کی تعلیم کا بہت بڑا نقص ہے جناب۔ یہ وہ عادتیں اختیار کرتی جا رہی ہے۔ جو اس کو زیب نہیں دیتیں (لوقا سے لوقا! میجر صاحب کے لئے اُس میز کو ٹھیک ٹھاک کرو (وہ چلا جاتا ہے)

(لوتا، مسز جیٹس کی طرف دیکھے بغیر میز پر کا غذات درست کرنے لگتی ہے۔ وہ آہستہ سے اُس کے پاس سے گذرتا ہے۔ اور اُس کی اُلٹی ہوئی آستین کو غور سے دیکھتا ہے)

مسز جیٹس: ذرا دیکھوں، یہ کیا نشان ہے؟ (وہ اُس کا بازو بند ہٹا کر اس نیل کو دیکھتا ہے جو اس کی گرفت سے پڑ گیا تھا۔ وہ اُس کی طرف دیکھے بغیر، خیالات میں کھوئی ہوئی ساکت و صامت لیکن خبردار کھڑی رہتی ہے) اے ہے! اس میں تکلیف تو نہیں؟

لوقا: ہے۔

مسز جیٹس: کیا میں اسے اچھا کر دوں

لوقا: (غرور سے فوراً ہی اپنے آپ کو اس سے دُور کر لیتی ہے لیکن دیکھتی اس کی طرف پھر بھی نہیں) نہیں، نہیں آپ اب اس کو اچھا نہیں کر سکتے۔

مسز جیٹس: (مہارت سے) واقعی؟ (وہ یوں آگے بڑھتا ہے۔ جیسے اُسے اپنے بازوؤں میں لے لیگا)

لوقا: مہربانی کر کے مجھ سے مذاق نہ کیجئے۔ ایک افسر کو ایک نوکر سے اِس

طرح مذاق نہیں کرنا چاہیئے۔

سنر جیئس: (نپیل پر بے درد کی شہادت کی انگلی مارتے ہوئے) تو یہ بالکل مذاق نہ تھا۔

لوقا: (پیچھے ہٹ کر پہلی مرتبہ اُس کی طرف دیکھتی ہے) آپ کو افسوس ہے؟

سنر جیئس: (اپنے الفاظ کو پُر زور بنانے کے لیئے ہاتھ باندھ کر) میں کبھی افسوس نہیں کرتا۔

(حسرت سے) کاش، کوئی مرد عورت سے اس قدر مختلف ہو سکتا مجھے تعجب ہوتا ہے۔ کیا واقعی آپ بہادر آدمی ہیں؟

: (بغیر متاثر ہوئے، اپنے عرف کو ذرا ملائم کر کے) ہاں میں ایک بہادر آدمی ہوں۔ گولی کی پہلی آواز پر میرا دل عورتوں کی طرح دھڑکنے لگا تھا لیکن جب میں نے حملہ کیا۔ تو میں نے محسوس کیا کہ میں واقعی ایک بہادر آدمی ہوں۔ کم از کم میری یہ بات تو بالکل سچ ہے۔

کیا حملے کے وقت آپ نے یہ بھی محسوس کیا۔ کہ وہ لوگ جن کے باپ میرے والد کی طرح غریب تھے۔ بہادری میں اُن لوگوں کی نسبت کسی طرح کم تھے، جو آپ کی طرح رئیس آدمی ہیں

: بالکل نہیں۔ سب کے سب سورماؤں کی طرح تیغ زن تھے۔ نعرے گا رہے تھے اور للکار رہے تھے۔ جیسی جھیمی۔ غصہ کرنے اور کسی کو مار ڈالنے والی تو بہادری۔ بہت ہی گھٹیا ہوتی ہے۔ میر

پاس ایک انگریزی شکاری کتا ہے۔ جس میں اتنی ہمت ہے۔ جتنی تمام ملغاری اور اس کی حمایتی پوری روسی قوم میں ہے۔ لیکن اس کے باوجود میرا سائیس اس کو اچھی سزا دیتا ہے۔ یہ ہے تمہارے سپاہی کی حقیقت! نہیں۔ لوقا: تمہارے غریب آدمی گلے کاٹ سکتے ہیں لیکن وہ اپنے افسروں سے ڈرتے ہیں۔ وہ مکے کھاتے ہیں، گالیاں سنتے ہیں، بچوں کی طرح ایک دوسرے کو پٹتا دیکھتے رہتے ہیں۔ ہاں۔ اور جب ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ تو وہ یہ سب کچھ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اور افسر لوگ!!! ہوں (ایک مختصر سی کرخت ہنسی کے ساتھ) میں ایک افسر ہوں (اشتیاق سے) مجھے وہ آدمی بتاؤ۔ جو دنیا میں کسی بھی طاقت سے ڈر کر موت کو خاطر میں نہ لائے۔ مگر اپنی مرضی اور ضمیر کے خلاف کسی کا حکم نہ مانے بس وہی ایک بہادر آدمی ہے۔

لوقا: باتیں کرنا بہت آسان ہے! میں سمجھتی ہوں کہ مردوں میں کبھی بھی پختگی نہیں آتی۔ ان کے خیالات بالکل اسکول کے بچوں کی طرح ہوتے ہیں۔ آپ نہیں جانتے۔ کہ سچی بہادری کسے کہتے ہیں۔

سرجیئس: (طنزاً) بے شک! میں چاہتا ہوں، کہ کوئی مجھے بتائے (وہ بڑی شان سے پاؤں پسار کر گدے دار کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

لوقا: میری طرف دیکھئے! میں اپنی مرضی کی کتنی مختار ہوں۔ آپ کے لئے

مجھے آپ کا کمرہ ٹھیک ٹھاک کرنا پڑتا ہے، جھاڑو، صفائی،
لانا سجانا وغیرہ، یہ سب جب آپ کے لئے کرنے پر آپ کا
رتبہ نہیں گھٹا سکتے، تو پھر میری تحقیر کیونکر کر سکتے ہیں لیکن
(جذبات کو دباتے ہوئے) اگر میں روس کی ملکہ ہوتی۔ دنیا میں سب
سے عظیم و بلند! —— تو پھر! —— تو پھر —— آپ کے کہنے
کے مطابق اگرچہ میں کوئی جرأت نہ کرتی، تاہم آپ دیکھتے ——
آپ دیکھتے، کہ ——

سرجیئس: تب تم کیا کرتیں۔ ملکہ معظمہ؟

لوقا: میں اُس آدمی سے شادی کرتی جس سے میں محبت کرتی ہوں۔
اور ایسا کرنے کی یورپ کی کسی دوسری ملکہ میں ہمت نہیں ہے۔
اگر میں آپ سے محبت کرتی۔ تو آپ مجھ سے خواہ اُتنے ہی کمتر
ہوتے، جتنی کہ میں اس وقت آپ سے کمتر ہوں۔ تب بھی میں
اپنے سے کمتر شخص کو اپنے مساوی سمجھنے کی جسارت کرتی۔ لیکن اگر
آپ مجھ سے محبت کرتے تو کیا آپ بھی اتنی جسارت کرتے؟ نہیں
آپ اگر یہ محسوس بھی کر لیں گے۔ کہ آپ کے دل میں میرے لئے محبت
پیدا ہو رہی ہے۔ تو آپ اس کا گلا گھونٹ ڈالیں گے۔ آپ اتنی
جسارت کر نہیں سکتے۔ آپ ایک امیرزادی سے شادی کریں گے
آپ اس خیال سے ڈر جائیں گے۔ کہ دوسرے لوگ آپ کے متعلق
کیا کہیں گے۔

مسز جینس: (اُچھل کر) تم جھوٹ بولتی ہو۔ میں سب ستاروں کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اگر میں تم سے محبت کرتا۔ اور میں خود زار ہوتا۔ تو جب بھی میں تمہیں اپنے برابر تخت پر بٹھالیتا۔ لیکن تم جانتی ہو۔ کہ میں دوسری عورت سے محبت کرتا ہوں۔ جو تم سے اتنی ہی بلند ہے۔ جتنا آسمان زمین سے یہی وجہ ہے کہ تم اُس سے جلتی ہو۔

لوقا: مجھ کو جلنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ اب وہ آپ سے کبھی شادی نہیں کریں گی۔ وہ آدمی جس کے بارے میں میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔ وہ واپس آگیا ہے۔ وہ اُس سوئس سے شادی کریں گی۔

مسز جینس: (بل کھا کر) سوئس!

لوقا: وہ آپ جیسے دس آدمیوں سے اچھا ہے۔ پھر آپ میرے پاس آئیں گے۔ اور میں آپ کو ٹھکرا دوں گی۔ کیونکہ آپ میرے لئے کچھ زیادہ اچھے بھی نہیں ہیں۔ (وہ دروازے کی طرف مڑتی ہے)

: (اُس کے پیچھے لپک کر اُسے سختی سے بازوؤں میں جکڑ لیتا ہے)

میں اُس سوئس کو مار ڈالوں گا۔ اور پھر دیکھنا کہ میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔

: (اُس کے بازوؤں کی گرفت میں بے حس و حرکت کھڑی رہتی ہے) شاید وہ سوئس آپ کو مار ڈالے گا۔ وہ محبت میں آپ کو شکست دے ہی چکا ہے۔ جنگ میں بھی آپ کو شکست دے دے گا۔

مسز جینس: (تلملا کر) کیا تم سمجھتی ہو۔ کہ میں اس بات پر یقین کر سکتا ہوں۔

کہ وہ   وہ، جو لاکھ گر جانے پر بھی تم سے ہزار درجہ بلند
رہے گی۔ میری عدم موجودگی میں کسی دوسرے آدمی سے محبت کر
سکتی ہے۔

تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر سوفیس اسے یہ کہہ دے، کہ میں اس وقت
آپ کی باہنوں میں ہوں۔ تو وہ اس پر یقین کریں گی؟

(مایوس ہو کر چھوڑ دیتا ہے) لعنت ہو! لعنت! تضحیک! تضحیک!
ہر جگہ تضحیک! ہر چیز جو میں سوچتا ہوں، میرا عمل اس کا مضحکہ
اڑاتا ہے! (وہ غصے میں اپنے سینے پر ہاتھ مارتا ہے۔) بزدل!
جھوٹا! احمق! کیا میں ایک مرد کی طرح اپنے آپ کو مار ڈالوں۔
یا زندہ رہوں۔ اور اپنی ہنسی آپ اڑانے کے لئے زندہ رہوں۔

(وہ جانے کے لئے دوبارہ مڑتی ہے) لوٹنا! (وہ دروازے کے
قریب ٹھہر جاتی ہے) یاد رکھو۔ تم میری ہو۔

(گھوم کر) اس سے کیا مطلب ہے؟ میری توہین؟

(تحکمانہ انداز میں) اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم مجھ سے محبت
کرتی ہو، اور یہ کہ میں ابھی تمہیں اپنے بازوؤں میں لے چکا ہوں
اور شاید دوبارہ پھر بھی لونگا۔ یہ توہین ہے یا کچھ اور، نہ میں جانتا
ہوں، نہ اس کی پرواہ کرتا ہوں۔ تم جس طرح چاہو سمجھو۔ لیکن
(جوش میں) میں بزدلی اور کمینہ پن نہیں کروں گا۔ اگر میں تم سے
محبت کرنا چاہوں گا۔ تمام بلغاریہ کی مخالفت کے باوجود تم سے

شادی ضرور کرونگا۔ اب یہ ہاتھ نہیں اسی وقت چھوئیں گے۔
جب تم میری دُلہن بن جاؤ گی۔

لوفا: دیکھیں، آپ کہاں تک اپنے قول کے پابند رہتے ہیں لیکن یہ خیال رکھیئے گا کہ میں زیادہ انتظار نہیں کروں گی۔

مسز جینس: (دوبارہ اپنے ہاتھ باندھ کر اور کمرے کے وسط میں بے ساکن و صامت ہو جاتا ہے) ہاں دیکھیں گے۔ اور تم میری رضا کا انتظار کرنا۔ (بلنٹ شلی سوچ میں ڈوبا ہوا ابھی تک کاغذوں کا بلندہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے داخل ہوتا ہے۔ اور لوفا کے جانے کیلئے دروازہ کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ چلتے چلتے اُس پر ایک نظر ڈال کر وہ میز کے پاس جاتا ہے۔ مسز جینس اسی انداز میں کھڑا بلنٹ شلی کو مسلسل دیکھے چلا جاتا ہے۔ لوفا دروازہ کھلا چھوڑ کر باہر چلی جاتی ہے)

بلنٹ شلی: (بے خیالی میں پہلے کی طرح میز پر بیٹھ جاتا ہے اور اپنے کاغذات رکھ کر) وہ عورت بڑی نوجوان اور خوبصورت نظر آتی ہے۔

مسز جینس: (اپنی جگہ سے ہلے بغیر، پژمردگی سے) کپتان بلنٹ شلی۔

بلنٹ شلی: کیا ہے؟

مسز جینس: تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ تم میرے رقیب ہو۔ میں کسی رقیب کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میں ٹھیک چھ بجے تلوار لئے

ہوئے اپنے گھوڑے پر تنہا کلسوبا روڈ کی قواعد گاہ پر تمہارا انتظار کروں گا۔ سمجھے؟

بلنٹ شلی: (بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے اس کی طرف تکتا ہے) اچھا شکریہ۔ یہ تو ایک رسالے والے کی تجویز ہے۔ اور میں ایک توپ خانے کا آدمی ہوں۔ اس لئے اسلحہ کا انتخاب کا حق تو مجھ کو ہے۔ اگر میں وہاں گیا تو اپنے ساتھ ایک مشین گن لے کر جاؤں گا اور اس دفعہ میں کارتوس نہیں بھولوں گا۔

سرجیئس: (غصہ سے لال ہوکر، انتہائی سرد مہری سے) جناب اس بات کا خیال رکھئے گا۔ بلغاریہ میں ایسی دعوتوں کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

بلنٹ شلی: (گرم جوشی سے) لعنت! مجھ سے بلغاریہ کی بات مت کرو۔ تم کو یہ بھی نہیں معلوم کہ جنگ کتنے کیسے ہیں۔ تم جس طرح چاہو لڑکر دیکھ لو۔ اپنی تلوار لے کر آجانا۔ میں ضرور آؤں گا۔

(اس دل گردے کے آدمی کو اپنا حریف پاکر بہت خوش ہوتا ہے) بہت خوب سوئس تم چاہو تو میں تمہیں اپنا بہترین گھوڑا مستعار دے سکتا ہوں۔

: نہیں۔ مجھ کو تمہارے گھوڑے کی ضرورت نہیں۔ پھر بھی پیارے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں (ریبنا اندر داخل ہوتی ہے۔ اور اگلا جملہ سن لیتی ہے) میں تم سے پیدل لڑوں گا۔ گھوڑے کی پیٹھ پر

لڑنا تو بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو میں حتی الامکان
تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔

رینا: (بے قراری سے آگے بڑھتی ہے) مسٹر جیئس، کپتان بلنٹ شلی
نے جو کچھ کہا۔ وہ میں نے سُن لیا ہے۔ تم لوگ لڑنے جا رہے
ہو۔ لیکن کیوں؟ (مسٹر جیئس خاموشی سے گھوم کر آتشدان کی طرف
چلا جاتا ہے۔ جہاں کھڑے ہو کر وہ اُسے بلنٹ شلی سے گفتگو
کرتے ہوئے دیکھتا رہتا ہے) آخر کس بات پر؟

بلنٹ شلی: میں نہیں جانتا۔ اُس نے مجھ سے نہیں کہا۔ بہتر ہے کہ آپ
اس جھگڑے میں نہ پڑیں۔ عزیز نوجوان خاتون! کچھ نہیں بگڑے گا
میں تلوار کا دھنی ہوں۔ وہ مجھے چھو بھی نہ سکے گا۔ اور نہ میں اُسے
کوئی ضرر پہنچاؤں گا۔ بس اب مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ صبح
میں اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ اور پھر کبھی میرا تم سے ملنا نہیں ہوگا۔
اور نہ تم کبھی میرے بارے میں سنو گی۔ بعد تم دونوں میں میل ہو
جائے گا۔ اور تم سدا خوش و خرم رہو گے۔

رینا: (نہایت دل شکستہ ہو کر منہ پھیر لیتی ہے اور تقریباً سسکیوں
بھری آواز میں) میں نے تم سے یہ بھی نہیں کہا۔ کہ میں تم سے پھر
ملنے کی خواہشمند ہوں۔

سرجیئس: (لمبے ڈگ بھرتے ہوئے) ہا ہا۔ اسے کہتے ہیں اقرار

رینا: (اکڑ کر) کیا مطلب؟

مسز جیمس: تم اُس شخص سے محبت کرتی ہو!

رینا: (شرمناک ہنسی) مسز جیمس!

مسز جیمس: میری عدم موجودگی میں تم نے اُس سے پیار کی پینگیں بڑھائیں بالکل اسی طرح جیسے اس کی غیر موجودگی میں تم نے مجھے اپنا منگیتر سمجھ کر مجھ سے پیار کرتی رہی ہو۔ بلنٹ شلی! تم کو ہمارے تعلقات کا علم تھا۔ اس کے باوجود تم نے مجھے دھوکا دیا ہے اس لئے میں تم سے نپٹنا چاہتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ تم نے جو مزے لوٹے ہیں۔ وہ مجھے نصیب نہیں ہو سکے۔

بلنٹ شلی: (غصہ میں اُچھل کر) یہ بیہودہ بکواس ہے! میں نے ایسا کوئی قُرب حاصل نہیں کیا۔ اور تو اور اس نوجوان خاتون کو تو میرے متعلق یہ بھی پتہ نہیں کہ میں شادی شدہ بھی ہوں یا نہیں۔

رینا: (خود فراموش ہوکر) اوہ! (گدے دار کرسی پر دھڑام سے گر کر) کیا تم شادی شدہ ہو؟

: تم نے نوجوان خاتون کا اضطراب ملاحظہ کیا۔ کپتان بلنٹ شلی! انکار فضول ہے۔ تمہیں رات گئے اُس کے کمرے میں پذیرائی کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

بلنٹ شلی: (اس کی بات کاٹتے ہوئے) ارے کوڑ مغز! میں اُس کے کمرے میں پستول تانے داخل ہوا تھا۔ تمہارا سارا رسالہ میرا پیچھا کر رہا تھا۔ اگر وہ ذرا بھی شور مچاتی۔ تو میں اس کا بھیجا اڑا دیتا۔

مسز جینیز : (حیرت زدہ ہوکر) ملبنٹ شلی! رینا! کیا یہ صحیح ہے؟

رینا : (غصہ میں کروفر سے اٹھتے ہوئے) اچھا! تمہاری یہ جرأت۔ تمہاری یہ جرأت؟

ملبنٹ شلی : معافی مانگو بھئی معافی! (یہ کہہ کر وہ میز کے پاس اپنی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

مسز جینیز : (حسب سابق ہاتھ باندھ کر، متکلم لہجے میں) میں کبھی معاف نہیں کرتا!

رینا : (جذباتی ہوکر) یہ تمہارے اُس دوست کے کرتوت ہیں، کپتان ملبنٹ شلی کہتے ہیں، یہ دیکھا ہے۔ جو میرے متعلق ایسی خوفناک افواہیں پھیلا رہا ہے (وہ جو شیلے انداز میں چلتی ہے)

ملبنٹ شلی : نہیں۔ وہ تو مر گیا۔ زندہ جل کر مر گیا ــــــ

رینا : (رک کر افسوس سے) زندہ جل کر مر گیا۔؟

ملبنٹ شلی : جنگل میں اُس کی کمر میں گولی لگی تھی۔ اور وہ اپنے آپ کو باہر نہ گھسیٹ سکا۔ اور وہ وہیں جل کر مر گیا۔ تمہارے آدمیوں کی گولہ باری نے جنگل میں آگ لگا دی تھی۔ اور چھ اور بدنصیب بھی اسی نازک حالت میں جل کر راکھ ہو گئے۔

رینا : کتنی بھیانک بات ہے!

مسز جینیز : اور کس قدر مضحکہ انگیز! اوہ ــــ جنگ! جنگ بہادروں اور محب الوطنوں کا خواب! ــــ ایک فریب ــــ ملبنٹ شلی! محبت کی مانند کھوکھلا فریب۔

رینا: (تڑامان کر) محبت کی مانند! تم یہ بات میرے سامنے کہہ رہے ہو!
بلنٹ شلی: لیجئے سارا ان ڈف۔ سارا معاملہ صاف ہو گیا۔
مسز جینکس: ہاں میں کہتا ہوں۔ ایک کھوکھلا فریب۔ اگر تمہارے درمیان سوائے پستول کی دھمکی والی بات کے علاوہ اور کوئی بات نہ ہوتی تو کیا تم یہاں واپس آئے ہوتے، رینا کو تمہارے دوست کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے۔ جو جل کر مر گیا ہے۔ وہ میرا مخبر نہیں تھا۔
رینا: پھر مخبر کون تھا؟ (اصلیت کا اندازہ لگاتے ہوئے) اچھا۔ لوتا میری خادمہ، میری نوکرانی! تم آج صبح سے اُس کے ساتھ تھے۔ اُس کے پیچھے پیچھے اوہ اب تک میں کیسے دیوتا کی پوجا کرتی رہی ہوں (مسز جینکس کو اپنی طرف تمسخر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے اور زیادہ برافروختہ ہو کر اس کے قریب جاتی ہے اور آہستہ مگر گھمبیر آواز میں کہتی ہے۔ تم جانتے ہو۔ جب میں اُوپر گئی تھی۔ تو میں نے اپنے دلبر کو دوبارہ دیکھنے کے لئے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا تھا۔ اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا، میں اسے سمجھ نہ سکی تھی۔ لیکن اب میں نے جانا، کہ تم اُس سے عشق کر رہے تھے۔
مسز جینکس: (گھسیانے پن سے) تم نے دیکھ لیا تھا؛
رینا: بہت اچھی طرح سے (وہ مڑتی ہے کھڑکی قریب پڑے ہوئے صوفہ پر خود کو گرا دیتی ہے)
مسز جینکس: (خشک مزاجی سے) رینا! ہماری محبت ٹوٹ گئی۔ یہ زندگی ایک

سوانگ ہے۔ دھوکہ ہے۔

بلنٹ شلی: (ریناسے) دیکھا۔ اُس نے اپنی حقیقت ظاہر کر دی ہے۔

مسز جیمس: (بلنٹ شلی کے پاس جاکر) بلنٹ شلی! تم نے مجھے کوڑ مغز کہا۔ اور میں نے تمہیں منع نہ کیا۔ اب تم مجھے کائر بھی کہہ سکتے ہو۔ مگر میں تم سے لڑنے سے انکار کرتا ہوں۔ جانتے ہو۔ کیوں؟

بلنٹ شلی: نہیں۔ لیکن اِس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جب تم نے مجھے للکارا تھا۔ اس وقت بھی میں نے تم سے اس کا سبب دریافت نہیں کیا تھا۔ اور اب جب تم نے چیخ پکار بند کر دی ہے۔ تب بھی میں تم سے سبب نہیں پوچھتا۔ میں تو ایک پیشہ ور سپاہی ہوں۔ لڑنا پڑے تو میں پیچھے نہیں ہٹتا۔ اور اگر لڑائی نہ ہو۔ تو مجھے اُس سے چھٹکارا پاکر بے حد خوشی ہوتی ہے۔ تم تو محض شوقیہ سپاہی ہو۔ تم کو لڑائی میں لطف آتا ہے۔

مسز جیمس: (ڈاس کے میز پہ ناک سے ناک جوڑ کر بیٹھتا ہے) اس کے باوجود میں تمہیں اس کا سبب بتاؤں۔ میرے پیشہ ور سپاہی۔ سبب یہ ہے۔ کہ سچ مچ کی لڑائی کرنے کے لئے دو آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو صحیح معنوں میں آدمی ہوں۔ جیالے آدمی۔ جن کی رگوں میں شریف خون ہو۔ میں ایک بدشکل عورت سے عشق کر سکتا ہوں لیکن تم سے لڑ نہیں سکتا۔ تم میں کوئی کشش نہیں ہے۔ تم آدمی نہیں ہو۔ بلکہ ایک مشین ہو۔

بلنٹ شلی: (معافی چاہتے ہوئے) تم ٹھیک کہتے ہو۔ بالکل ٹھیک۔ میں ہمیشہ سے اسی قسم کا بھاشا بول رہا ہوں۔ مجھے بڑا افسوس ہے۔

مسز جینیس: چھی چھی!

بلنٹ شلی: لیکن اب تم نے جان لیا۔ کہ زندگی محض فریب نہیں ہے۔ بلکہ انتہائی معقول اور سنجیدہ شے ہے۔ تو پھر اب تمہاری خوشیوں میں اور کون سی چیز سدِ راہ ہے۔

رینا: (اُٹھتے ہوئے) تم میری اور اُن کی خوشیوں کے لئے بہت فکر مند ہو۔ کیا تم اس کی نئی محبوبہ لوتا کو بھول گئے ہو۔ ؟ اب اسے تم سے نہیں لڑنا پڑے گا۔ بلکہ اسے اپنے رقیب نکولا سے لڑنا ہوگا!

مسز جینیس: رقیب!! (اچھل کر تقریباً کمرے کے وسط میں پہنچ جاتا ہے)

رینا: کیا تم کو نہیں معلوم۔ کہ اُن دونوں کی منگنی ہو چکی ہے ؟

مسز جینیس: نکولا! یہ کیا انکشاف ہے ؟ یہ نکولا!!

رینا: (طنزاً) یہ کیا یہ تکلیف دہ چیز نہیں ہے اس کے یوں بھینٹ چڑھ جانے کی ؟ اتنی حسین، ذہین اور پاکدامن لڑکی اور اس کی جوانی ایک ادھیڑ عمر ملازم کے ہاتھوں برباد ہونے والی ہے۔ یقیناً مسز جینیس۔ تم اس طرح خاموش تماشائی بن کر یہ سب کچھ نہ ہونے دوگے۔ اگر تم نے اسے ایسا کرنے سے باز نہ رکھا تو یہ تمہاری جوانمردی کے منافی ہوگا۔

مسز جینیس: (بے قابو ہوکر) کمینہ، بدمعاش، آستین کا سانپ (وہ غصہ میں

ادھر اُدھر دوڑتا ہے)

سارا لوف: تم کو کیا ہو رہا ہے. تم اس قدر بے قابو کیوں ہو رہے ہو.

(زیادہ خفا ہوتے ہوئے) کیپٹن بلنٹ شلی تمہیں معلوم ہے، اس شخص نے کیا کیا ہے. اس نے اس لڑکی کو ہمارے پیچھے جاسوسی کرنے کو لگایا ہے اور اس کے چیلے ہیں، وہ اس سے محبت کرتا ہے.

مسز جینس: جھوٹ! سراسر غلط!

رینا: سراسر غلط! (اس کے روبرو ہو کر) کیا تم اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہو، کہ اس نے ہی تم کو یہ بتایا تھا. کہ کپتان بلنٹ شلی میرے کمرے میں تھے.

مسز جینس: نہیں — لیکن ——

رینا: (ٹوکتے ہوئے) کیا تم اس سے انکار کرتے ہو. کہ جب اس نے تم سے کہا. تو تم اس سے پیار جتلانے لگے؟

مسز جینس: نہیں — لیکن میں تم سے کہتا ہوں ——

رینا: (اس کی بات کاٹ کر حقارت سے کہتی ہے) اب ہم سے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے. ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے. (وہ اس کے پاس سے مڑ کر بڑی شان و تحمل سے کھڑکی کی طرف واپس چلی جاتی ہے)

بلنٹ شلی: (مسز جینس شرم و ذلت کی تکلیف میں گدے دار کرسی میں دھنس جاتا ہے اور اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتا ہے) سارا لوف!

میں نے تم سے کہا تھا۔ کہ تم اپنی حالت صحت میں خراب کر رہے ہو۔

مسز جینیس: شیری کی خالہ ـــ مسکین بلّی ـــ

رینا: (ملبنٹ شلی کی طرف دوڑ کر جاتی ہے) کیپٹن ملبنٹ شلی! تم نے سُنا۔ یہ آدمی اب مجھے گالیاں دینے پر اُتر آیا ہے۔

ملبنٹ شلی: اس کے علاوہ وہ اور کر بھی کیا سکتا ہے؟ عزیز خاتون! وہ اپنے دفاع میں کچھ نہ کچھ تو کہے گا۔ چھوڑو (پیار سے) لڑو نہیں۔ لڑنے سے کیا فائدہ؟

(رینا ہانپتی ہوئی گدے دار کرسی پر بیٹھ جاتی ہے۔ اور دق کرنے کے لئے ملبنٹ شلی کی طرف دیکھنے کی ایک ناکام کوشش کرتی ہے۔ لیکن اپنی سنجیدگی کو قائم نہ رکھ کر چھوٹی سی بچی کی طرح مسز جینیس کے اکڑے ہوئے شانے پر جھک جاتی ہے۔)

انجولا سے منگنی ہو گئی ہے! ہاہا! ہاہا! آہا ـــ خیر ملبنٹ شلی تم بہت اچھا کرتے ہو۔ جو اس پُر فریب دُنیا کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے

رینا: (ملبنٹ شلی کی دماغی حالت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتی ہے) ممکن ہے تم ہم دونوں کو عمر رسیدہ بچے ہی سمجھتے ہوں۔ ہے نا؟

مسز جینیس: (دانت پیس کر) وہ یہی سمجھتا ہے ـــ وہ یہی سمجھتا ہے۔ جیسے سوئس کی تہذیب تھا۔ مائی بربریت کی تربیت کر رہی ہے۔ ہونھ!

ملبنٹ شلی: (جھینپتے ہوئے) بالکل نہیں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ مجھے زیادہ خوشی صرف اس بات سے ہے کہ میں نے تم دونوں کا غصہ ٹھنڈا!

کر دیا ہے۔ اب آؤ۔ ہم لوگ اس تمام قضیہ کو دوستانہ ماحول میں طے
کرلیں۔ وُہ دوسری نوجوان خاتون کہاں ہیں؟

ریبنا: شاید، دروازے پر کھڑی سُن رہی ہیں۔

جنبٹس: (اس طرح کانپتے ہوئے، جیسے اُس کے گولی لگ گئی ہو۔ اور
آہستگی مگر حقارت آمیز غصّہ کے ساتھ) میں یہ ثابت کروں گا کہ یہ
اس کے خلاف بہتان ہے (وُہ اکڑتا ہوا دروازے تک جاتا ہے
اور دروازہ کھول کر باہر دیکھتے ہی وُہ غُصّے سے بلبلا اُٹھتا ہے۔
وُہ لوتا کو گھسیٹتے ہوئے واپس اندر آتا ہے اور اسے زبردستی اندر
دھکیل کر کہتا ہے) اس کا فیصلہ کرو تو بلنٹ شلی تم ٹھنڈے مزاج کے
غیر جانبدار آدمی ہو نا۔ اس کان چور کا فیصلہ کرو۔
(لوفا اپنی جگہ نکبر اور خاموشی سے کھڑی رہتی ہے)

بلنٹ شلی: (اپنے سر کو جھٹکتے ہوئے) میں اس کا فیصلہ کروں! ایک دفعہ میں
نے خود ایک خیمے کے باہر کھڑے ہو کر چوری سے باتیں سننے کی کوشش
کی تھی۔ جب فوج میں بغاوت پھیل رہی تھی۔ یہ بات محض شدتِ
حالات پر منحصر ہوتی ہے۔ اُس وقت میری اپنی زندگی خطرے میں تھی۔

لوفا: اور اِس وقت میری محبت خطرے میں تھی۔ اس لئے میں اپنی اس
حرکت پر بالکل شرمندہ نہیں ہوں

ریبنا: (نفرت سے) تمہاری محبت! یا کسی کا بھید جاننے کا تجسس!

لوفا: (اُس کے روبرو کھڑے ہو کر اُس کی نفرت کا ترکی بہ ترکی جواب دیتے

ہوئے) میری محبت تمہارے احساسات کے مقابلے میں بہت قوی ہے۔ یہاں تک کہ چاکلیٹ کریم سیا ہی سے تم جتنی محبت کرتی ہو۔ میری محبت اس سے سوا ہے۔

مسز جیلس: (ایک دم بدگمانی سے لوتا کی طرف دیکھتے ہوئے) یعنی کیا مطلب ؟

لوف لا (جھلا کر) اس کا مطلب ہے ....

مسز جیلس: (بات کاٹ کر، نرمی سے) اوہ۔ مجھے یاد آیا۔ اُس پٹرنگ، لڑکی! یہ تو بہت معمولی طنز ہوا۔

(بیچ میں پینکوف بغیر کوٹ پہنے ہوئے داخل ہوتا ہے)

پینکوف: صاحبان! مجھے معاف کرنا۔ میں صرف قمیص پہنے ہوئے یہاں آگیا ہوں۔ ریبنا! میرا وہ کوٹ کوئی ضرور پہن چکا ہے۔ میں اس بات کی قسم کھا سکتا ہوں۔ کوئی ایسا آدمی جس کا تن و توش مجھ سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ یہ آستین پر پورا پھٹ گیا ہے۔ تمہاری امی اُسے ٹھیک کر رہی ہیں۔ کاش! (وہ) اسے جلدی ٹھیک کر دیں۔ ورنہ مجھے زکام ہو جائے گا (وہ اُن کی طرف بغور دیکھتا ہے) کیا بات ہے ؟

ریبنا: کوئی بات نہیں (وہ آتشدان کے پاس اطمینان سے بیٹھ جاتی ہے۔

مسز جیلس: نہیں، کوئی بات نہیں۔ (وہ پہلے کی طرح میز کے کنارے پر بیٹھ

جاتا ہے)

بلنٹ شلی: (جو پہلے ہی سے بیٹھا ہوا ہے) کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں۔

پیٹکوف: (اپنی پرانی جگہ پر گدّے دار کرسی پر بیٹھ جاتا ہے) اچھا، پھر ٹھیک ہے (وہ لوفا کی طرف دیکھتا ہے) کیا کوئی بات ہوگئی ہے لوفا؟

لوفا: نہیں جناب۔

پیٹکوف: (خوش مزاجی سے) تب تو ٹھیک ہے۔ (وہ چھینکتا ہے) جاؤ اور ایک اچھی لڑکی کی طرح جاکر اپنی مالکن سے میرا کوٹ لے آؤ۔ جلدی جاؤ۔

(نکولا کوٹ لئے ہوئے اندر داخل ہوتا ہے اور لوفا یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جیسے اسے کمرے میں کام ہے۔ وہ چھوٹی سی میز اور حقہ اٹھاکر، کھڑکیوں کے پاس دیوار کی طرف جاتی ہے)

رینا: (نکولا کے بازوؤں میں کوٹ کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوتی ہے)۔

ابا جان! یہ رہا آپ کا کوٹ۔ نکولا۔ لاؤ یہ مجھے دے دو۔ اور تم ذرا آتشدان میں کچھ لکڑیاں اور ڈال دو۔ (وہ کوٹ لے کر پیجر کے پاس لاتی ہے۔ جو کوٹ پہننے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ نکولا آگ ٹھیک کرنے لگتا ہے)

پیٹکوف: (رینا کو پیار سے چھیڑتے ہوئے) آہا! اپنے بوڑھے ابا کے

جنگ سے واپس آنے کے ایک دن بعد ہی بڑی محبت کر رہی ہے کیوں؟

رینا: (جل کر سنجیدگی سے) ہونہہ! ابّا جان! آپ مجھ سے یہ بات نہیں کہہ سکتے۔

پیٹکوف: اچھا۔ اچھا۔ بُرا مت مانو۔ میں نے تو یونہی مذاق کیا تھا۔ آؤ۔ مجھے پیار کرو۔ (وہ اُسے پیار کرتی ہے) اور اب کوٹ مجھے دیدو۔

رینا: نہیں۔ لائیے میں آپ کو پہنا دوں۔ آپ پیچھے مڑیے (وہ مڑ جاتا ہے۔ آستین پہننے کے لئے اپنی باہیں پیچھے کر دیتا ہے۔ وہ بڑی چالاکی اور پھرتی سے اُس کی جیب سے فوٹو نکال لیتی ہے اور بلنٹ شلی کے سامنے میز پر پھینک دیتی ہے۔ جو اس پر ایک کاغذ ڈال دیتا ہے۔ یہ سب کچھ سرجیئس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ جو متعجب ہو کر ان تمام حرکتوں کو دیکھتا ہے۔ اور اُس کا شبہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ پھر وہ پیٹکوف کو کوٹ پہنانے لگتی ہے) پہن لیا۔ اب تو آپ آرام سے ہیں؟

پیٹکوف: بالکل میری جان! تمہارا شکریہ۔ (وہ بیٹھ جاتا ہے اور رینا آتشدان کے پاس اپنی جگہ پر آ جاتی ہے) اور ہاں! ایک بات سنو! مجھے ایک دلچسپ چیز ملی ہے۔ لیکن یہ کیا — ؟ (وہ اپنا ہاتھ جیب میں ڈالتا ہے۔ جس میں سے رینا نے تصویر نکال لی تھی) ایں؟ ارے! (وہ دوسری جیب دیکھتا ہے) خیر! میں قسم کھا سکتا

ہوں (وہ کشمکش میں پڑ جاتا ہے۔ وہ اُوپر والی جیب ٹٹولتا ہے)
مجھے تعجب ہے ——— (پہلی جیب میں دوبارہ تلاش کرتے
ہوئے) آخر وہ کہاں گئی؟ ——— (وہ اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور
کہتا ہے) تمہاری امّی نے اسے نکال لیا ہے)

رینا: (بالکل سُرخ ہو جاتی ہے) کیا نکال لیا ہے؟

پیٹکوف: تمہاری تصویر! جس پر لکھا تھا، "رینا کی طرف سے اپنے
چاکلیٹ کریم سپاہی کو، ایک نشانی"۔ تم جانو، مجھے تو دال میں کچھ
کالا نظر آتا ہے۔ اور میں اسے ابھی معلوم کیے لیتا ہوں۔ (چلّاتے ہوئے)
نکولا!

نکولا: (اُس کے قریب آکر) جی، جناب!

پیٹکوف: تم نے آج صبح مس رینا کی کوئی پیسٹری تو خراب نہیں کی تھی؟

نکولا: کیا مس رینا سے آپ نے سُنا کہ مَیں نے ایسا کیا ہے؟

پیٹکوف: مَیں یہ جانتا ہوں۔ تم نرے احمق ہو۔ ٹھیک ہے نا؟

نکولا: مجھے یقین ہے کہ مس رینا وہ بات کبھی نہیں کہہ سکتیں۔ جو سچ نہ ہو۔
جناب۔

پیٹکوف: تمہیں یقین ہے۔ لیکن مجھے تو یقین نہیں (دوسروں سے مخاطب
ہو کر) سنو۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ کہ کیا میں یہ سب کچھ نہیں سمجھتا ہوں؟
(وہ سرجیئس کی طرف جاتا ہے اور اُس کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہتا
ہے) سرجیئس! تم چاکلیٹ کریم سپاہی ہو! ہو نا؟

مسز جیئس: (چونک کر) میں! ــــ ایک چاکلیٹ کریم سپاہی! ہرگز نہیں۔

پیٹکوف: نہیں! (وہ اُن سب کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ بالکل سنجیدہ اور خاموش ہیں) تو پھر تمہارا مطلب یہی ہے نا، کہ تم مجھ سے یہ کہنا چاہتے ہو۔ کہ رینا اس طرح کی چیزیں دوسرے مردوں کو بھیجتی ہے؟

مسز جیئس: (سمجھانے کے انداز میں) یہ دنیا اتنی معصوم جگہ نہیں ہے جتنی کہ ہم خیال کرتے ہیں پیٹکوف۔

بلنٹ شلی (اُٹھتے ہوئے) یہ ٹھیک ہے میجر کہ میں ہی چاکلیٹ کریم سپاہی ہوں۔ (پیٹکوف اور مسز جیئس دونوں حیران رہ جاتے ہیں) جب میں بھوک سے مر رہا تھا۔ تو اُس نیک دل نوجوان خاتون نے مجھے چاکلیٹ کریم دے کر میری زندگی بچائی۔ کیا میں کبھی اُن کا ذائقہ اور خوشبو بھول سکتا ہوں! میرے مرحوم دوست سٹولز نے پیروٹ میں آپ کو یہ واقعہ سنایا تھا۔ وہ پناہ گزین میں ہی تھا۔

پیٹکوف: تم! (وہ ہنستا ہے) مسز جیئس۔ تمہیں یاد ہے۔ جب آج صبح ہم نے اس کا ذکر کیا، تو یہ دونوں عورتیں (ماں بیٹیاں) کیا بن رہی تھیں۔ (مسز جیئس روکھے پن سے مسکراتا ہے۔ پیٹکوف رینا کی طرف سختی سے دیکھتا ہے) تم ہو نا ایک رحم دل نوجوان،

خاتون ہے نا؟

رینا: (تلخی سے) میجر سارانوف نے اپنا خیال بدل دیا ہے۔ اور جس وقت میں نے اِس تصویر پر یہ الفاظ لکھے تھے۔ اُس وقت میں یہ نہیں جانتی تھی کہ کپتان بلنٹ شلی شادی شدہ ہے

بلنٹ شلی: (بھڑک کر شدید احتجاج سے) میں شادی شدہ نہیں ہوں!

رینا: (بڑی ملامت کے ساتھ) تم ہی نے تو کہا تھا کہ تم شادی شدہ ہو۔

بلنٹ شلی: کبھی نہیں۔ میں نے ایسا کبھی نہیں کہا۔ میری تا ہنوز شادی نہیں ہوئی۔

پیٹکوف: (زچ ہو کر) رینا۔ اگر میں تمہارے معاملات میں زیادہ دخل انداز نہ ہو رہا ہوں۔ تو للہ مجھے اتنا بتاؤ۔ کہ ان دونوں شریف آدمیوں میں تم کس سے منسوب ہو؟

رینا: کسی سے بھی نہیں۔ یہ نوجوان خاتون (لوقا کو آگے بڑھاتے ہوئے جو بڑے گھمنڈ سے سامنے کھڑی ہے) فی الحال تو یہ میجر سارانوف کی محبت کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

پیٹکوف: لوقا! میجر جینس! کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ ارے بھئی۔ اس لڑکی کی تو نکولا سے منگنی ہو چکی ہے۔

: معاف کیجئے گا جناب۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ لوقا کی مجھ سے منگنی نہیں ہوئی ہے۔

: تم سے منگنی نہیں ہوئی ہے۔ بدمعاش! کیوں تم نے اپنی منگنی

کے دن مجھ سے پچیس پونڈ لیوا نہیں لئے تھے؟ اور اسے بس رینانے ٹکٹ کا بازدہ بند دیا تھا۔

نکولا: (چرب زبانی سے) وہ تو محض ایک ڈھونگ تھا جناب۔ جو ہم نے صرف لوقا کے بچاؤ کے لئے رچایا تھا۔ اُس کے خیالات اس کی اپنی حیثیت سے بہت بلند ہیں۔ اور میں ایک ملازہ دار نوکر کے بجز کچھ اور نہیں ہوں۔ میرا ارادہ ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ کہ میں آگے چل کر صوفیہ میں ایک دکان کھولنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اگر لوقا کی شادی کسی اُونچے گھرانے میں ہوگئی تو مجھے امید ہے کہ نہ صرف وہ میری ایک اچھی گاہک ہوگی۔ بلکہ وہ سرملں سے بھی میری سفارش کرے گی۔ (وہ دلنشیں طور پر اپنی بات ختم کرکے سب کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے چھوڑ کر باہر چلا جاتا ہے۔)

پیٹکوف: (خاموشی کو توڑتے ہوئے) خیر میں! ہوں۔

سرجیئس: یہ یا تو سب سے زیادہ دلیرانہ پن ہے۔ یا پھر سب سے زیادہ نیچ پن، بلنٹ شلی، تمہارا کیا خیال ہے ـــــ؟

بلنٹ شلی: یہ دلیری ہے یا کمینگی۔ اس کی آپ فکر مت کیجئے۔ طبعاً یہ میں انکولائیں نے سب سے زیادہ قابل آدمی پایا ہے۔ اگر وہ جرمن اور فرانسیسی زبان بول لیتا ہو۔ تو میں اُسے اپنے کسی ہوٹل کا مینجر مقرر کر سکتا ہوں۔

لوقا: (ایکدم سرجیئس پر برس پڑتی ہے) یہاں پر ہر کوئی میری بےعزتی

کرتا ہے۔ آپ نے اُن کے لئے ایک مثال قائم کر دی ہے آپ کو مجھ سے معافی مانگنا ہو گی

بار بار ایک ہی بات دہرانے والی گھڑی کی مانند جس کے سپرنگ کو چھوا لیا گیا ہو۔ مسز جیمس فوراً اپنے ہاتھ باندھ لیتا ہے

بلنٹ شلی: (اس سے پہلے کہ وُہ کچھ کہے) اس سے یہ بات کہنا بیکار ہے کیونکہ وہ کبھی معافی نہیں مانگتا۔

لوقا: تم کہ اُن کے برابر کے بھی ہو، اور اُن کے دشمن بھی، تم سے وہ معافی نہیں مانگیں گے۔ لیکن مجھ غریب خادمہ سے معافی مانگنے سے وہ کبھی انکار نہیں کریں گے۔

سنر جیمس: (اُس کی بات پسند کرتے ہوئے) تم ٹھیک کہتی ہو (وُہ بڑے طمطراق سے اپنے گھٹنے کے بل جھک جاتا ہے) مجھے معاف کرو۔

لوقا: میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ (وُہ ڈرتے ہوئے اُس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیتی ہے۔ جسے وہ چوم لیتا ہے۔ تمہارے اس ٹس سے اب میں لبقول آپ کے، آپ کی منسوب دلہن ہو گئی ہوں۔

سنر جیمس: (اُچھلتے ہوئے) اوہ! یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔

لوقا: (سرد مہری سے) آپ اگر چاہیں تو اس سے پھر بھی سکتے ہیں۔

سنر جیمس: پھر جاؤں کبھی نہیں، تم میری ہو (وہ اپنا بازو اُس کے گرد حمائل کر دیتا ہے)

کیتھرائن داخل ہوتی ہے۔ اور لوقا کو سنر جیمس کے بازوؤں میں دیکھتی

ہے۔ اور باقی سب کے سب اُنہیں حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے ہیں۔

کیتھرائن: یہ سب کیا ہے؟

مسز جینس لوقا کو چھوڑ دیتا ہے۔

پیلکوفنا: عزیزم۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسز جینس رینا کی بجائے لوقا سے شادی کرنے والا ہے (وہ غصہ میں اس پر جھپٹ پڑنے والی ہوتی ہے کہ وہ چلا کر اسے روک دیتا ہے) مجھے الزام نہ دو۔ مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے (وہ واپس آتشدان کی طرف چلا جاتا ہے)

کیتھرائن: تم لوقا سے شادی کرو گے مسز جینس، تم نے ہمیں زبان دی ہے۔

مسز جینس: (اپنے ہاتھ باندھتے ہوئے) میں کسی کا بندھا نہیں ہوں۔

بلنٹ شلی: (مسز جینس کے اس جواب سے خوش ہو کر، سارا لوف کا ہاتھ) میں مبارک باد دیتا ہوں۔ آخر کار تمہارے ان بلند عزائم کا عملی پہلو بھی تو ہے۔ (لوقا سے) باوقار نوجوان خاتون۔ ایک جمہوریت پسند کی نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں! (وہ اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے۔ رینا بہت متنفر ہو اُٹھتی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی جگہ پر واپس بیٹھ جاتا ہے)

کیتھرائن: لوقا! تم کیا افواہیں پھیلاتی رہی ہو؟

لوقا: میں نے رینا کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

کیتھرائن: (تکبر سے) رینا!

رینا بھی برابر غضبناک ہو کر لوقا کی اس آزادی پر ناک بھوں سکیڑتی ہے
لوقا: مجھے انہیں رینا کہنے کا حق حاصل ہے کیونکہ وہ مجھے لوقا کہتی
ہیں۔ میں نے میجر سارانوف سے کہہ دیا تھا۔ کہ اگر وہ سوئیس جنٹلمین
واپس آگیا تو وہ آپ سے کبھی شادی نہیں کریں گی۔
بلنٹ شلی: (حیرت زدہ ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے) آہ!——
لوقا: (رینا سے مخاطب ہو کر) میں سمجھتی تھی۔ کہ تم سرجیئس کی نسبت
انہیں زیادہ چاہتی ہو۔ میرا خیال صحیح تھا یا نہیں یہ تم بہتر جانتی ہو۔
بلنٹ شلی: یہ کیا حماقت ہے! میں مکرم میجر اور محترم خاتون میں..
آپ کو یقین دلاتا ہوں، کہ اس نیک دل نوجوان معزز خاتون نے
تو محض میری جان بچائی تھی۔ اور کچھ نہیں۔ اس نے مجھے کبھی پرکاہ
کی وقعت نہیں دی۔ خدارا میرے دل و جان پر رحم کرو۔ ذرا اس
نوجوان خاتون کی طرف اور میری طرف دیکھئے، اور میری طرف دیکھو
وہ ایک مالدار ہے۔ جوان ہے۔ خوبصورت ہے۔ وہ اپنے تخیلات میں
پریوں کے دیس کے شہزادے، شہزادے، رؤسا، فوجی سردار اور خدا جانے
کن کن کو بسائے ہوئے ہے! اور میں ایک معمولی سا سوئس سپاہی ہوں
جسے پندرہ سال میدان جنگ اور فوجی بیرکوں میں گزارنے کے بعد
اس کا احساس تک نہیں رہ گیا کہ اچھی زندگی کسے کہتے ہیں۔ میں ایک
آوارہ گرد ہوں۔ جس نے اپنی زندگی کے تمام مواقع رومان پسندانہ
رجحانات کی بنا پر کھو دیئے ہیں۔ میں ایک——

مسز جیئس: (جیسے کسی نے سوئی چبھو دی ہو، عالم حیرت زدگی میں بلنٹ شلی کی بات کاٹ کر کہتا ہے) معاف کرنا بلنٹ شلی، تم نے کیا کہا۔ کس چیز نے زندگی میں تمہارے مواقع کھو دیئے ہیں؟
بلنٹ شلی: (جامہ جوانی سے) میرے لاعلاج رومانی رجحانات نے! میں ابھی چھوٹا سا لڑکا ہی تھا۔ کہ میں دو بار گھر سے بھاگ نکلا تھا۔ میں اپنے والد کے کاروبار میں شریک ہونے کی بجائے فوج میں بھرتی ہو گیا تھا۔ کوئی ذی ہوش آدمی ہوتا۔ تو کسی قریب کے شراب خانے میں گھس جاتا۔ مگر میں اس مکان کی بالکنی پر چڑھ گیا۔ اور اس نوجوان خاتون کو دوبارہ ایک نظر دیکھنے کی غرض سے چپکے سے یہاں واپس چلا آیا۔ حالانکہ میری عمر کا کوئی بھی دوسرا آدمی ہوتا۔ تو اس نے محض کوٹ واپس بھیج دیا ہوتا۔
پیٹکوف: میرا کوٹ!
بلنٹ شلی: ہاں۔ میری مراد اسی کوٹ سے ہے۔ کوئی دوسرا آدمی یہ کوٹ واپس کر کے خاموشی سے گھر چلا گیا ہوتا۔ کیا تم مجھے سمجھتے ہو۔ کہ میں ایسا آدمی ہوں جس سے کوئی نوجوان لڑکی عشق کر سکتی ہے ذرا ہماری عمروں کو دیکھو! میں چونتیس سال کا ہوں۔ اور میں نہیں سمجھتا۔ کہ وہ نوجوان خاتون سترہ سے اوپر کی ہو گی (عمر کا یہ اندازہ اچھی خاصی سنسنی پیدا کر دیتا ہے۔ سب لوگ ایک دوسرے کی طرف گھوم کر دیکھنے لگتے ہیں۔ وہ معصومیت سے کہتا ہے) وہ

تمام کارنامہ جو میرے لئے زندگی اور موت کا سا تھا، وہ اُس کے لئے محض ایک اسکول کی لڑکی کا ایک کھیل تھا ـــ چاکلیٹ کریم اور آنکھ مچولی بس! ثبوت موجود ہے! (وہ میز سے تصویر اٹھاتا ہے۔) اب میں آپ حضرات سے پوچھتا ہوں۔ کیا کوئی عورت اسے سنجیدہ معاملہ سمجھ کر کبھی مجھے اس طرح لکھ کر بھیجتی؟ "رینا کی طرف سے اپنے چاکلیٹ کریم سپاہی کو ایک نشانی" (وہ بڑے فاتحانہ انداز سے سب کو تصویر دکھاتا ہے۔ جیسے یہ معاملہ بلا خوف تردید طے پا گیا ہو۔)

پیٹکوف: ارے میں اسی کی تو تلاش میں تھا۔ یہ کم بخت کس طرح وہاں پہنچ گئی؟ (وہ آتش دان کے پاس سے اٹھ کر اسے دیکھنے آتا ہے اور گدے دار کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

بلنٹ شلی: (رینا سے خوش خلقی کے ساتھ) نیک دل نوجوان خاتون! مجھے امید ہے کہ میں نے ہر بات بالکل صاف صاف بیان کر دی۔

رینا: (میز کی طرف اُس کے روبرو جاتے ہوئے) تم نے اپنے متعلق جو کچھ کہا۔ میں اُس سے بالکل متفق ہوں۔ تم ایک رومانی خبطی ہو۔

(بلنٹ شلی بغیر کچھ کہے حیرت سے) لیکن آئندہ چل کر مجھے امید ہے کہ تم کو ایک سترہ سالہ لڑکی اور تئیس سالہ عورت میں فرق معلوم ہو جائے

بلنٹ شلی: (بھونچکا سا ہو کر) تئیس سال!

رینا اُس کے ہاتھ سے حقارت سے تصویر لیتی ہے اور اُسے

پھاڑ کر اُس کے ٹکڑے اُس کے منہ پر مار کر واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاتی ہے)

مسز جینس: (اپنے رقیب کی شکست سے بکروہ طور پر محظوظ ہو کر) ملنٹ شلی! میرا آخری اعتقاد بھی جاتا رہا۔ تمہاری تیز فہمی بھی تمہاری دوسری باتوں کی طرح ایک فریب ہے۔ تم میں تو مجھ سے بھی زیادہ عقل کی کمی ہے۔

بلنٹ شلی (ہمہ بات سے مغلوب ہو کر) تئیس سال! تئیس سال!! (وہ سوچتا ہے) ہونہہ! ——— (لیکن عابد ہی اپنے دماغ میں فیصلہ کر کے اپنے میزبان کے پاس جاتا ہے) تو پھر میجر پیٹکوف۔ میں ایسی صورت میں جبکہ میجر سارانوف اس رشتہ سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ ان کی بجائے میں آپ کی صاحبزادی سے شادی کی درخواست کرتا ہوں۔

رینا: تمہاری یہ جرأت!

بلنٹ شلی: اگر تم تئیس سال کی ہو تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ آج سہ پہر کو تم مجھ سے جو باتیں کہہ رہی تھیں۔ وہ سب تم نے سوچ سمجھ کر کہی ہونگی

کیتھرائن: (بہت ہی نرمی کے ساتھ) معلوم ہوتا ہے کہ تم کو میری بیٹی یا میجر سارانوف جس کی جگہ تم لینا چاہتے ہو کی حیثیت کا مطلقاً اندازہ نہیں۔ اس ملک میں پیٹکوف اور سارانوف امیر ترین اور ذی مرتبہ خاندان مانے جاتے ہیں۔ ہماری حیثیت تو تقریباً تاریخی ہے بیس سال پہلے سے ہم لوگ مشہور رہے ہیں۔

پیٹکوف: خیر کوئی بات نہیں کیتھرائن (بلنٹ شلی سے) بلنٹ شلی اگر

یہ صرف ہماری حیثیت کا سوال ہوتا۔ تو ہم بہ مسرت تمہاری درخواست منظور کر لیتے۔ ان باتوں کو چھوڑو۔ تم جانتے ہو کہ رینا نازو نعمت میں پلی ہے اور عیش و آرام کی عادی ہے۔ مسز جینیس کے پاس بیس گھوڑے ہیں

بلنٹ شلی: لیکن بیس گھوڑے کس کو ضرورت ہے ہم کوئی سرکس قائم کرنے تو جا نہیں رہے۔

کیتھرائن: (سختی سے) جناب! میری لڑکی تو اعلیٰ درجے کا اصطبل رکھنے کی عادی ہے۔

رینا: ہش — امی — آپ تو میرا مذاق اڑا رہی ہیں۔

بلنٹ شلی: اچھا۔ اگر یہ جائداد اور حیثیت ہی کی بات ہے۔ تو یہ لیجئے (وہ تیزی سے لپک کر میز کی طرف جاتا ہے) اور نیلے لفافے میں کاغذ نکال کر مسز جینیس سے کہتا ہے) تم نے کتنے گھوڑے کہا تھا؛

مسز جینیس: سوئٹرزلینڈ کے رئیس — میرے پاس بیس گھوڑے ہیں۔

بلنٹ شلی: اور میرے پاس دو سو گھوڑے ہیں (وہ لوگ حیران ہو جاتے ہیں) تمہارے گاڑیاں کتنی ہیں؟

مسز جینیس: تین۔

بلنٹ شلی: میرے پاس ستر ہیں۔ جن میں سے چوبیس ایسی ہیں جن کے اندر بارہ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ اور دیکھو یہ ہیں ڈرائیور اور کنڈکٹر کو چھوڑ کر۔ تمہارے پاس نیپکن کتنے ہونگے؟

مسز جینیس: میں یہ نامعقول باتیں کیا جانوں!

بلنٹ شلی: چار ہزار ہوں گے؟

مسز جینیس: نہیں۔

بلنٹ شلی: لیکن میرے پاس ہیں۔ میرے پاس نو ہزار چھ سو جوڑے چادروں اور کمبلوں کے ہیں۔ جن میں سے دو ہزار چار سو رضائیاں ہیں۔ میرے پاس کھانے کی میز کی بیس ہزار چھریاں اور کانٹے ہیں۔ اور اسی تعداد میں چمچے ہیں۔ میرے پاس تین ہزار ملازم ہیں۔ میرے پاس چھ عالیشان کارخانے ہیں اس کے علاوہ دو پائیدار گھڑسال، ایک چائے کا باغ، اور ایک ذاتی مکان۔ مجھے شاندار خدمات کے صلے میں چار تمغے بھی مل چکے ہیں۔ مجھے بھی ایک افسر کا مرتبہ اور ایک معزز شہری کا درجہ حاصل ہے۔ اور میں تین علاقائی زبانیں جانتا ہوں۔ اب میرے سامنے بلغاریہ کا کوئی ایسا آدمی لاؤ۔ جو یہ سب پیش کر سکتا ہو!

: (طفلانہ شوق سے) کیا آپ سوئٹزرلینڈ کے بادشاہ ہیں؟

بلنٹ شلی: سوئٹزرلینڈ میں میری حیثیت بہت اونچی ہے جاتی ہے میں ایک آزاد شہری ہوں۔

کیپٹن اپن: تو پھر۔ کپتان بلنٹ شلی۔ چونکہ تم میری لڑکی کو پسند ہو ——

: (سرکشی سے) نہیں نہیں، میں پسند نہیں کرتی ——!

کیپٹن اپن: (اسے نظر انداز کرتے ہوئے) — تو میں اس کی خوشی کی راہ میں حائل نہ ہونگی۔ (پیٹکوف لینے ہی والا ہے) یہی میجر پیٹکوف کا بھی خیال ہے۔

پیٹکوف: اوہ — میں تو بہت ہی خوش ہونگا۔ دو سو گھوڑے (مزاحاً) اے غضب)

مسز جینس: وہ خاتون کیا کہتی ہیں؟

: (روٹھنے کا بہانہ کرتے ہوئے) وہ کہتی ہے۔ کہ وہ اپنے میز پوشوں اور اپنی لسبوں کو اپنے پاس ہی رکھے۔ میں یہاں نیلام میں سب سے

اونچی بولی بولنے والے کے ہاتھ بکنے کو نہیں بیٹھی ہوں۔ (وہ اُس کی طرف پیٹھ موڑ لیتی ہے)

بلنٹ شلی: میں یہ جواب نہیں سنوں گا۔ میں نے تم سے ایک پناہ گزیں، ایک بھکاری، اور ایک فاقہ مست آدمی کی حیثیت سے التجا کی تھی۔ اور تم نے میری التجا قبول کر لی تھی۔ تم نے مجھے اپنا ہاتھ چومنے کے لئے، اپنا پلنگ سونے کے لئے دیا۔ اور اپنی چھت کے نیچے مجھے پناہ دی۔

رینا: لیکن میں نے وہ سب کچھ سوئٹزرلینڈ کے شہنشاہ کو نہیں دیا تھا۔

بلنٹ شلی: یہی تو میں نے ابھی ابھی کہا ہے (وہ اُسے شانوں سے پکڑ کر اس کا رخ اپنے مقابل کر لیتا ہے) اب مجھے بتاؤ کہ وہ تمام چیزیں تم نے کسے دی تھیں!

رینا: (شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ) اپنے چاکلیٹ کریم سپاہی کو!

بلنٹ شلی: (خوشی کی طفلانہ ہنسی سے) بس اتنا ہی کافی ہوگا۔ شکریہ (وہ اپنی گھڑی کی طرف دیکھتا ہے اور یکا یک کاروباری انداز میں کہتا ہے) وقت ختم ہو رہا ہے، میجر۔ تم نے اُن رجمنٹوں کا اس خوبی سے انتظام کیا ہے کہ تموک ڈیویژن کے کچھ پیادل دستوں کا انتظام بھی یقیناً تمہارے ہی سپرد کیا جائیگا۔ سارانوف! انہیں لوم پالنکا کے راستے سے گھر بھیج دینا۔ جب تک میں واپس نہ آجاؤں۔ تم شادی نہ کرنا۔ میں پندرھواڑے کے منگل کی شام کو ٹھیک پانچ بجے یہاں پہنچ جاؤنگا۔ معزز خواتین (اس کی ایڑی بولنے کی آواز آتی ہے) خدا حافظ۔ (وہ فوجی سلامی کیلئے جھکتا ہے اور چلا جاتا ہے)

سرجیس: کیا خوب آدمی ہے! کیا سچ مچ وہ آدمی ہے؟

ختم شد

برنارڈ شا کے مشہور ڈرامہ

ARMS AND THE MAN

محبّت اور جنگ

کا خوبصورت ترجمہ، جسے مس خورشید نکہت نے حسین الفاظ کے دھاگوں میں پرو کر آپ کے لئے پیش کیا ہے۔

رینا جو اپنے خوابوں کے شہزادے سرجیئس کے تصورات میں کھوئی رہتی تھی، یکایک بلنٹ شلی کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ اور رینا کا محبوب گھر کی خادمہ، لوقا سے محبت کرنے لگا۔

انسانی نفسیات کا ایک دلچسپ مطالعہ

کہانی، طنز و مزاح کے دلچسپ نشتر چبھوتی ہوئی، انسانی روایتوں کا مضحکہ اُڑاتی اور پکار پکار کر کہتی ہے کہ حقیقت پسند بنو اور جھوٹے خوابوں کے سہارے نہ جیو۔ سب انسان ایک ہیں اور محبت میں غلام اور آقا میں کچھ فرق نہیں۔ انسان سے محبت کرنے کا حق نہ چھینو! اسے نفرت کا زہر نہ دو۔ اُسے جنگ کے شعلوں میں نہ جھونکو!!

ڈرامہ پر تبصرہ ایم ایف پرویز ایم۔اے نے لکھا ہے۔

مکتبۂ کائنات سوہا بازار لاہور ۸